بفیضانِ نظر: مفتی تقدس علی خاں رحمۃ اللہ علیہ * پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ * علامہ شمس الحسن شمس بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

بانیِ ادارہ: مولانا سید محمد ریاست علی قادری رحمۃ اللہ علیہ

محسنِ ادارہ: الحاج شفیع محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

ISBN 978-969-9266-04-1

مفکرِ اسلام امام احمد رضا محدث حنفی کے اصلاح و تحقیق کے افکار کا ترجمان

ماہنامہ معارفِ رضا کراچی

جلد: 31 شمارہ: 02

فروری ۲۰۱۱ء / صفر المظفر ۱۴۳۲ھ

حُسنِ ترتیب

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل

25- جاپان مینشن، رضا چوک، (ریگل)، صدر، جی پی او صدر، کراچی-74400، اسلامی جمہوریہ پاکستان۔

فون: +92-21-32725150 فیکس: +92-21-32732369

ای میل: imamahmadraza@gmail.com ویب سائٹ: www.imamahmadraza.net

ہدیہ فی شمارہ: 30 روپے

سالانہ: عام ڈاک سے: -/300 روپے

رجسٹرڈ ڈاک سے: -/350 روپے

بیرونِ ممالک: 30 امریکی ڈالر سالانہ

نوٹ: رقم دستی یا منی آرڈر/بینک ڈرافٹ بنام "ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔
ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 5214-45 ۔ حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل سے شائع کیا۔)

نگاہِ التفات

اپنی بات

پروفیسر دلاور خاں (نائب مدیر ماہنامہ معارفِ رضا)

قارئینِ کرام: اللہ تعالیٰ کے احسان، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات اور مفکرِ اسلام امام احمد رضا محدث حنفی کی نگاہِ التفات سے ماہنامہ معارفِ رضا نے اپنی اشاعت کے دس سال کامیابی کے ساتھ مکمل کر لیے۔ اس وقت آپ کے ہاتھوں میں دوسرے عشرے کا دوسرا شمارہ ہے، ہمیشہ سے ہماری کوشش رہی ہے کہ اہلِ علم کی علمی و تحقیقی نگارشات آپ تک معارفِ رضا کے ذریعے پہنچاتے رہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ امام اہلِ سنّت پر جتنی تیزی کے ساتھ تحقیقات ہو رہی ہیں اتنی ہی تیزی سے آپ کی علمی کاوشوں کی راہیں مزید وا ہو رہی ہیں اور نئی نئی جہات تحقیق کے لیے محققین کی منتظر ہیں۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے "من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ" یعنی جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔ ناسپاسی ہو گی اگر ہم اس موقع پر ان تمام محترم حضرات کا شکریہ ادا نہ کریں جنھوں نے معارف رضا کی تزئین و آرائش، مضامین و مقالات کی تحریر و فراہمی، اس کی کمپوزنگ سے لیکر پروف ریڈنگ اور طباعت کے مرحلہ تک دامے، درمے، سخنے، قدمے ہمارے ساتھ تعاون فرمایا۔ خصوصی طور سے ہم ان تمام فاضل مقالہ نگار حضرات کے تہہ دل سے ممنوں ہیں جنھوں نے اپنی نگارشات سے ہمیں نوازا اور امام احمد رضا کی تحریک فروغِ علم و عشق میں ہمارا ساتھ دیا۔ اس ضمن میں ہم اپنے تمام قارئین سے بھی اظہار تشکر کرتے ہیں نے معارف رضا کے معیار کو مزید بہتر بنانے کے لیے مفید مشوروں سے نوازا۔

الحمدللہ حسب سابق معارف رضا جنوری 2011 کے پیکر میں خوبصورت مقالات و مضامین کا گل دستہ قارئینِ کرام کے علمی استفادے کے لیے حاضر ہے جس میں امام اہلِ سنّت کی حیات و افکارِ علمی و دینی کارناموں کو موثر انداز میں اجاگر کیا گیا ہے۔ تازہ شمارے میں ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے صدر نشین صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری زید مجدہ کا ماہنامہ "اعلیٰ حضرت، بریلی" کے پچاس سالہ جشن کے موقع پر اس علمی جریدے کے ارتقاء و خدمات کا جائزہ شاملِ اشاعت ہے۔ یہ مقالہ ایک جداگانہ شان کا مظہر ہے۔ نوجوان اسکالر علامہ حامد علی علیمی نے قارئین کے علمی استفادے کے لیے امام اہلِ سنّت کے حاشیہ جد الممتار علی رد المحتار کی کتاب الطہارۃ کے ایک حصے کا ترجمہ سلاست و روانی کے ساتھ کیا ہے جو یقیناً اعلیٰ حضرت کی علمی خدمات کو اجاگر کرنے کی ایک علمی کوشش ہے جو آپ کو ضرور پسند آئے گی۔ امام اہلِ سنت کے ایک اہم رسالہ "تجلیۃ السلم فی سائل من نصف العلم" جس میں وراثت سے متعلق کئی اہم مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس قسم کے رسائل وقت کی اہم ضرورت ہیں۔ اس رسالہ کی اہمیت، اور مندرجات کو قارئین تک پہچانے کے لیے اس رسالے کی تقدیم شاملِ اشاعت ہے جو یقیناً اہلِ علم کو اصل رسالے سے آسانی کے ساتھ استفادہ کرنے کا سبب بنے گی۔ یہ تقدیم نبیرۂ اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں دامت برکاتہم العالیہ کی ہے۔ نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفسر قرآن حضرت علامہ ابراہیم رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عالمانہ رسالہ "زیارۃ القبور" بھی شامل اشاعت ہے، جس میں زیارت قبور کی شرعی حیثیت پر تحقیقی انداز میں گفتگو کی گئی ہے جس کا مطالعہ کرنے کے بعد اس سلسلے سے متعلق کئی شبہات کا آسانی سے رفع ہو جاتا ہے۔ علامہ محمد فیاض احمد اویسی (مدیر ماہنامہ فیض عالم) کا ایک تحقیقی مضمون "رضویات میں حضرت فیض ملت کی خدمات" جس میں فروغ رضویات میں فیض ملت حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا کہ آپ اعلیٰ حضرت سے کس قدر متاثر تھے۔ آپ کی ہر تصنیف پر رنگِ رضا نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے۔ اعلیٰ حضرت سے عقیدت و محبت کا اندازہ اس بات سے آسانی سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے امام اہلِ سنّت پر تقریباً پچیس کتب تحریر فرمائیں۔ اس طرح یہ مضمون اپنے دامن میں علمی موتی سمیٹے ہوئے ہے۔ اس کے علاوہ علامہ حامد علی علیمی کا مضمون "امام احمد رضا حنفی کی فقاہت" اور ریسرچ اسکالرز آمنہ اور محمد آصف کا مضمون "اعلیٰ حضرت کے علمی مفاخر پر ایک نظر" جو مفکر اسلام کی علمی و تحقیقی خدمات کو موثر طریقے سے اجاگر کرتے ہیں۔

قارئین ذی وقار! آخری گزارش آپ سے یہ ہے کہ ہم نے پورے خلوص سے کوشش کی ہے کہ ماہنامہ معارفِ رضا کا معیار بلند سے بلند ہو اور طباعت میں کوئی خامی نہ رہ جائے لیکن اس کے باوجود کوئی نہ کوئی فروگذاشت رہ جاتی ہے اس لیے کہ بھول چوک النسانی فطرت ہے اس لیے ہماری استدعا ہے کہ آپ نہ صرف ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں کی تعمیری جذبے کے ساتھ نشاندہی فرمائیں بلکہ معارفِ رضا کی خوب سے خوب تر اشاعت کے لیے اپنے مفید اور قیمتی مشوروں سے بھی نوازیں، جس کے لیے ہم آپ کے ممنون ہوں گے۔

اعلیٰ حضرت کے علمی مفاخر پر ایک نظر

آمنہ ، محمد آصف (ریسرچ اسکالرز)

مولانا شاہ احمد رضا خان مسلکاً حنفی، نسباً پٹھان، مشربی لحاظ سے قادری اور مولداً بریلوی تھے۔ آپ کے والدِ ماجد مولانا محمد نقی علی خان اپنے دور کے جید علماء میں شمار کئے جاتے تھے۔ شاہ احمد رضا خان ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے آپ کے وعظ و تذکیر میں بہت اثر تھا۔ آپ کا تاریخی نام المختار ہے۔[1]

آپ نے مختلف علماء کرام و اساتذہ سے علوم حاصل کئے ہیں۔ جن میں مندرجہ ذیل حضرات قابلِ ذکر ہیں۔

(۱) شاہ آل رسول مارہروی (م ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۷۹ء) [2]

(۲) مولانا نقی علی خان (م ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۷۹ء) [3]

(۳) شیخ احمد بن زین وحلان مکی (م ۱۲۹۹ھ مطابق ۱۸۸۱ء) [4]

(۴) شیخ عبدالرحمان سراج مکی (م ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۳ء) [5]

(۵) شیخ حسین بن صالح (م ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۸۸۴ء) [6]

(۶) شاہ ابوالحسن احمد النوری (م ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۶ء) [7]

(۷) مرزا غلام قادر بیگ (م ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۳ء) [8]

(۸) مولانا عبدالحق رام پوری (م ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۸۸۵ء) [9]

اعلحضرت امام احمد رضا خان نے جن علوم و فنون کی تحصیل اپنے اساتذہ اور ذاتی مطالعے سے کی، ان کی تعداد ۵۵ تک ہے۔ یہ تمام تفصیلات مولانا نے بذاتِ خود عربی سند میں دی ہے جو حافظ کتب الحرم مولانا سید اسمٰعیل خلیل مکی کو عنایت کی اور ۸ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو زبانی اجازت دی۔ ۶ صفر ۱۳۲۴ھ کو سند کا مسودہ تیار کیا۔ اس کا تاریخی نام ہے۔ **الاجازة الرضوية لمبجل مكة البهية** [10]

اس سند میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے مندرجہ ذیل علوم و فنون کا ذکر کیا ہے: (۱) علمِ قرأت (۲) علمِ حدیث (۳) اصول حدیث (۴) فقہ حنفی (۵) کتب فقہ و جملہ مذاہب (۶) اصول فقہ (۷) جدول مھذب (۸) علم تفسیر (۹) علم العقائد و الکلام (۱۰) علم نحو (۱۱) علم صرف (۱۲) علم معانی (۱۳) علم بیان (۱۴) علم بدیع (۱۵) علم منطق (۱۶) علم مناظرہ (۱۷) علم فلسفہ (۱۸) علم تکسیر (۱۹) علم ہئیت (۲۰) علم ریاضی (۲۱) علم ھندسہ

مندرجہ بالا علوم کے بارے میں شاہ احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں کہ یہ اکیس علوم میں نے اپنے والد ماجد سے حاصل کئے۔[11]

قرأت، تجوید، تصوف، سلوک، اخلاق، اسماء الرجال، سیر، تواریخ، لغت، ادب مع جملہ فنون کے بارے میں فرمایا کہ میں اس کی بھی اجازت دیتا ہوں جنہیں میں نے اساتذہ سے بالکل نہیں پڑھا، پر نقاد علماء کرام سے مجھے ان کی اجازت حاصل ہے۔[12]

پھر ان علوم کا ذکر کیا: ارثما طیقی، جبر و مقابلہ، حساب سینی، لوغارثمات، علم التوقیت، مناظر و مرایا، علم الاکر، زیجات، مثلث کروی مثلث مسطح، ہئیت جدیدہ، مربعات، جفر، زائرچہ ان ۱۴ علوم کے بارے میں لکھا کہ ان کی اجازت دیتا ہوں جنہیں میں نے کسی افادہ بخش استاد سے حاصل نہیں کیا، نہ پڑھا، نہ سن کر نہ باہمی گفتگو سے۔[13]

اور آخر میں لکھا کہ: یہ انیس علوم ایسے ہیں کہ جن کی تعلیم صرف آسمان فیض سے مجھے حاصل ہوئی۔ [14]

اس کے بعد مندرجہ ذیل علوم کے بارے میں لکھا کہ ان کی تعلیم کسی استاد سے حاصل نہیں کی: (۱) نظم عربی (۲) نظم فارسی (۳) نظم ہندی (۴) نثر عربی (۵) نثر فارسی (۶) نثر ہندی (۷) خط نسخ (۸) خط نستعلیق (۹) تلاوت مع تجوید (۱۰) علم الفرائض

ان مختلف علوم و فنون کا ذکر کرتے ہوئے آپ اپنی عاجزی کا اظہار بھی کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ: ''اللہ کی پناہ میں نے یہ باتیں محض اور خوامخواہ کی خودستائی کے طور پر بیان نہیں کیں۔ بلکہ منعم کریم کی عطا فرمودہ نعمت کا ذکر کیا ہے۔ میرا یہ دعویٰ بھی نہیں کہ ان میں اور ان کے علاوہ دیگر حاصل کردہ فنون میں بہت بڑا ماہر ہوں۔''[15]

علم قرآن میں ان کا ترجمہ اردو امتیازی نشان رکھتا ہے جو ''کنز

الایمان فی ترجمۃ القرآن'' کے نام سے ہے۔

اعلیٰ حضرت فارغ التحصیل ہونے کے بعد کچھ عرصہ تو درس و تدریس کے شعبے سے منسلک رہے اس کے بعد آپ تصنیف و تالیف اور فتویٰ نویسی میں مشغول ہو گئے۔ دارالعلوم منظر الاسلام میں بنگال، بہار، پنجاب، سرحد وغیرہ کے سینکڑوں علماء تحصیل علم کے لئے آتے تھے۔ کتب درسیہ سے فارغ ہونے کے بعد فتویٰ نویسی اور تصنیف و تالیف کے ساتھ ساتھ مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی اس مدرسہ میں درس و تدریس میں بھی کچھ عرصہ مصروف رہے، چنانچہ لکھتے ہیں۔

''فقیر کا درس بحمدہ تعالیٰ تیرہ برس دس مہینے چار دن کی عمر میں ختم ہوا۔ اس کے بعد چند سال تک طلبہ کو پڑھایا۔''[۱۶] مگر اعلیٰ حضرت کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں کہ:

''اعلیٰ حضرت نے زمانہ طالب علمی میں طلبہ کو پڑھایا۔''[۱۷]

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نہ صرف مفتی و مبلغ تھے بلکہ آپ شعر و ادب میں بھی نمایاں مقام رکھتے تھے۔ آپ کی نثری تخلیقات میں بعض محققانہ ہیں۔ بعض فلسفیانہ بعض عارفانہ بعض ادیبانہ بعض متصوفانہ ہیں۔ آپ کا صرف اردو یا فارسی میں ہی یہ عالم نہ تھا بلکہ عربی میں بھی فصاحت و بلاغت کا یہ ہی عالم تھا۔ امام مسجد حرام اور جید عالم جلیل شیخ احمد ابوالخیر میر داد مکی فرماتے ہیں۔ ''مولانا بریلوی جیسے شیخ کے وجود پر میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں بے شک میں نے علم اور فصاحت میں ان جیسا نہیں دیکھا۔''[۱۸]

نثری تخلیقات کے ساتھ ساتھ شعری تخلیقات بھی بہت عمدہ ہیں۔ سخن شناسوں نے ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھا، چنانچہ سابق صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی حیدرآباد جناب پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان اپنے ایک فاضلانہ مقالے میں لکھتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت اپنے دور کے بے مثل علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے فضل و کمال ذھانت، فطانت، طباعی، درّاکی کے سامنے بڑے بڑے علماء، فضلاء، یونیورسٹیوں کے اساتذہ محققین، مستشرقین نظروں میں نہیں جچتے۔ مختصر یہ کہ وہ کونسا علم ہے جو انہیں نہیں آتا تھا۔ وہ کونسا فن ہے جس سے وہ واقف نہیں تھے۔ شعر و ادب میں بھی ان کا لوہا ماننا پڑتا ہے۔ اگر صرف محاورات، مصطلحات، ضرب الامثال اور بیان و بدیع سے تمام الفاظ ان کی جملہ تصانیف سے یک جا کر لئے جائیں تو ایک ضخیم لغت تیار ہو سکتی ہے۔''[۱۹]

غرض یہ کہ آپ نے اردو، فارسی عربی کلام کہے اور سب ہی اپنی مثال آپ ہیں۔ اور ہر شعر گویا کہ سمندر کی گہرائی معلوم ہو رہی ہے۔ آپ میں شاعری کی خداداد صلاحیت موجود تھی۔ آپ شاعری میں کسی کے شاگرد نہ تھے بلکہ آپ شاعری میں بھی استاد وقت تھے۔

مولانا امام احمد رضا خاں بریلوی صاحب کے لئے شاعری کوئی وجہ افتخار نہ تھی بلکہ شاعری کی طرف جو رجحان تھا وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت کی وجہ سے ہی تھا۔ آپ کا کلام ''حدائق بخشش'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت کا بھرپور اظہار ہے۔ اگر اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ہی بات کی جائے تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے مگر یہاں مقصد یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے علمی مفاخر پر مختصراً بات کی جائے کیونکہ اعلیٰ حضرت ویسے تو مختلف جہتوں پر مشتمل ایک شخصیت کا نام ہے۔ اور عشق مصطفیٰ ﷺ آپ کا سب سے بڑا طرۂ امتیاز ہے اور یہ ہی سرمایہ افتخار ہے۔ اعلیٰ حضرت کی ذات کو عاشقانِ رسول ﷺ امت کے لئے ایک عظیم نعمت سمجھتے ہیں کیونکہ اعلیٰ حضرت کا نام سنتے ہی ذہن میں عشقِ رسول کا سمندر موجزن ہو جاتا ہے۔

بقول اعلیٰ حضرت:

اے عشق تیرے صدقے جلنے سے چُھٹے سستے
جو آگ بجھا دے وہ آگ لگائی ہے

اعلیٰ حضرت کا زیادہ تر وقت تصنیف و تالیف میں گزرتا آپ ایک ایک مہینے تک مسلسل شبانہ روز مطالعہ فرماتے رہتے۔ مطالعہ میں انہماک کے علاوہ زود نویسی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے مسوّدات کو بیک وقت چار چار آدمی نقل کرتے تب بھی نقل نہ کر پاتے۔ مولانا ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں کہ: ''یہ فضل و کمال اعلیٰ حضرت کی خصوصیات سے تھا کہ جس درجہ فضل و کمال تھا اس درجہ نسخ، نستعلیق، شکستہ خطوط بھی بہت پاکیزہ تھے اور حد درجہ گُھا ہوا تحریر فرماتے تھے۔ اور بہت ہی زود نویس، چار آدمی نقل کرنے بیٹھ جاتے اور حضرت ایک ایک ورق تصنیف کر کے انہیں نقل کرنے کو عنایت فرماتے۔ یہ چاروں نقل نہ کر پاتے کہ پانچواں ورق تیار ہو جاتا۔''[۲۰]

ذہانت کا یہ عالم تھا کہ نقل کرنے والے نقل نہ کر پاتے تھے اور آپ ایک نئی تصنیف فرما دیتے۔ آپ کے فتاویٰ کئی کئی صفحات پر مشتمل ہوتے اور اس میں کئی کئی کتابوں کے حوالے موجود ہوتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی تصانیف کی کثرت دیکھ کر تعجب نہیں ہوتا، گوکہ وہ حیران کن ہیں۔ پاک و ہند میں علمائے متقدمین میں بھی کوئی ایسا عالم نظر نہیں آتا جو تصانیف کثرت کے لحاظ سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے ہم پلہ ہوں۔

حوالہ و حواشی

۱۔ ظفر الدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت ۱۹۳۸، جلد اول مطبوعہ کراچی۔
۲۔ ایضاً ص ۳۵
۳۔ ایضاً ص ۳۳
۴۔ امام احمد رضا خاں، الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینہ
۵۔ ایضاً
۶۔ ایضاً
۷۔ ایضاً
۸۔ ظفر الدین بہاری، حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول ص ۳۲، مطبوعہ کراچی
۹۔ محمود احمد قادری، تذکرہ علماء اہلسنت، مطبوعہ کانپور ۱۹۴۱ء، ص ۱۱۳، کانپور، انڈیا
۱۰۔ امام احمد رضا خان، الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البھیۃ۔
۱۱۔ ایضاً
۱۲۔ ایضاً، ص ۳۰۳
۱۳۔ ایضاً، ص ۳۰۷
۱۴۔ ایضاً
۱۵۔ ایضاً
۱۶۔ احمد رضا خان، الکلمۃ الملہمۃ، مطبوعہ دہلی ۱۹۷۴ء، ص ۶
۱۷۔ حامد رضا خان، سلامت اللہ لاحصل السنۃ من سیل العناد والفتنہ، ۱۳۲۰ھ، مطبوعہ مطبع اہلسنت و جماعت، بریلی، ص ۵۴۔
۱۸۔ مکتوب اسماعیل خلیل، محررہ ۱۲ رجب المرجب ۱۳۲۴ھ از مکہ معظّمہ بنام مولانا بریلوی۔
۱۹۔ غلام مصطفیٰ خان، مولانا احمد رضا خان کی اردو شاعری، مطبوعہ روزنامہ جنگ کراچی شمارہ ۱۲ فروری ۱۹۷۷ء
۲۰۔ ظفر الدین بہاری، حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول مطبوعہ کراچی، ص ۹۴۔

°°°°★°°°°★°°°°★°°°°

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری کے برادرِ نسبتی انتقال کر گئے

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کے صدر صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری کے برادرِ نسبتی پوسٹ ماسٹر جنرل سید محمد خالد بدھ کی صبح کوئٹہ میں انتقال کر گئے۔ ان کی میت جمعرات کی درمیانی شب جناح ٹرمینل پہنچی نمازِ جنازہ بعد نمازِ جمعہ جامعہ قمر الاسلام سلیمانیہ، پنجاب کالونی گزری میں صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری کی امامت میں ادا کی گئی۔ دریں اثناء امیر جماعت اہلِ سنت پاکستان علامہ پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی، علامہ سید ریاض حسین شاہ، سنی اتحاد کونسل کے سربراہ ممبر قومی اسمبلی صاحبزادہ حاجی فضل کریم، علامہ سید شاہ تراب الحق قادری، صاحبزادہ محمد مسرور احمد نقشبندی، علامہ سید عظمت علی شاہ ہمدانی، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، ڈاکٹر کوکب نورانی، حاجی رفیق برکاتی، حاجی حنیف طیب، علامہ غلام محمد سیالوی، مفتی غلام نبی فخری، طارق محبوب، حاجی عبداللطیف قادری، پروفیسر دلاور خاں نوری، صاحبزادہ ریحان امجد لقمانی، ثروت اعجاز قادری، شاہد غوری، قاضی نورالاسلام شمس، محمد احمد صدیقی، محمد افضل حسین نقشبندی، علامہ خلیل الرحمٰن چشتی، پروفیسر ڈاکٹر غلام عباس قادری، محمد حسین لاکھانی، خلیفہ پیر عبدالمجید صدیقی، علامہ عاصم نیروی و دیگر نے صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری اور ان کی اہلیہ میجر ڈاکٹر برجس جہاں، صاحبزادہ سید ریاست رسول قادری، سید صولت رسول قادری، سید سطوت رسول قادری و اہلِ خانہ سے سید محمد خالد کے اچانک سانحۂ ارتحال پر گہرے دکھ اور رنج و غم کا اظہار کیا اور مرحوم کے لیے دعائے مغفرت اور پسماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی۔ علاوہ ازیں مرحوم کی فاتحہ سوئم صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری کی رہائش گاہ 63/B-1 خیابانِ بادبان لین نمبر 21 فیز 7 ڈیفنس، کراچی میں اتوار کو عصر تا مغرب ہوگی۔ احباب سے شرکت کی درخواست ہے۔

مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان۔۔۔ماہنامہ "اعلیٰ حضرت"

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

ہزار نقد ببازارِ کائنات آرند
یکے بسکّۂ صاحب عیارِ مانرسد

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی عبقری شخصیت (۱۸۵۶ء۔ ۱۹۲۱ء) اب کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ اپنی ہوشمندی کے روزِ اوّل سے حیات مستعار کے آخری سانس تک جس دینِ حق کی تبلیغ اور راہِ فلاح ونجات کی طرف رہبری ورہنمائی فرماتے رہے وہ وہی ہے جس کو قرآنِ کریم نے "صراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم" یعنی احسان یافتہ لوگوں کی راہ سے تعبیر کیا ہے اور اسے صادقین کا راستہ قرار دیا ہے۔امام احمد رضا رحمہ اللہ صرف قاریِ قرآنِ کریم ہی نہیں تھے بلکہ وہ بہ فیضِ "عشقِ صادق" قرآن حکیم کے احکام اور اس کے رموز ومعانی کے عارف بھی تھے۔وہ ایک مومنِ صادق تھے۔ علامہ اقبال کا یہ شعر ان پر حرف بہ حرف صادق آتا ہے

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں قرآن

اس راہِ کامرانی وسعادت کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے "طریقِ عشقِ رسول" سے معنون کیا اور خود اپنی تحریر وتقریر اور کردار وگفتار سے اس کا عملی نمونہ پیش کیا۔ اپنی حیاتِ مستعار اس کی ترویج واشاعت میں گذاری۔ جنھوں نے ان کو قریب سے دیکھا ہے۔ یا جنھوں نے ان کی نگارشات کو بغور پڑھا اور سمجھا ہے وہ اس بات پر شاھد عادل ہیں کہ ان کی گفتگو کا ہر کلمہ اور نوکِ قلم سے نکلی ہوئی ہر تحریر ان کے جذبۂ عشقِ رسول کی آئینہ دار ہے۔ حتٰی کہ ان سے علمی اور مسلکی اختلاف رکھنے والے بعض سرخیل علما نے بھی ان کے اس جذبۂ عشقِ صادق کو سراہا ہے۔ (ملاحظہ ہو "امام احمد رضا اربابِ علم و دانش کی نظر میں" مصنفہ علامہ یٰسین اختر مصباحی ودیگر کتب)

آپ کی زندگی کے خود آپ کے بقول تین اہداف تھے۔ جن کے حصول میں آپ زندگی بھر کوشاں رہے: (۱) جناب سید المرسلین وانبیاء ورسل صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کی عزت وعصمت کی حفاظت اور عشقِ رسول ﷺ کی ترویج واشاعت۔ (۲) مخالفینِ دینِ متین اور گستاخانِ رسول کی بیخ کنی۔ (۳) امام اعظم امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر احکام الٰہی کی تشریح اور اسی بنیاد پر علم نافع کی نشرواشاعت (ملخصًا)۔ مصری اسکالر جناب محمد خالد ثابت اپنی تازہ تصنیف "انصاف الامام فی اِنصاف امام اہل السنۃ العالم ربّانی المجدد الشیخ احمد رضا خاں البریلوی (رحمہ اللہ) کے مقدمے میں تحریر کرتے ہیں کہ یقیناً الشیخ احمد رضا خاں اپنے مقرر کردہ تین اہداف کے حصول میں اپنے اخلاص اور صدق کی برکت کے طفیل بدرجۂ اولیٰ کامیاب ہے۔ (ص ۲۰ کتب مذکورہ "مطبوعہ، ۱۴۳۰ھ / ۲۰۰۹ء المقطم للنشر والتوزیع، قاہرہ، مصر)

امام احمد رضا کے سچ کے سورج کی کرنیں معاندین کی انہیں گرد وغبار سے ڈھانپنے کی کاوشوں کے باوجود اکنافِ عالم میں پھیل رہی ہیں۔ اپنے وغیر سبھی مستفید مستنیر ہورہے ہیں۔ علمائے حرمین شریفین نے امام احمد رضا کی پذیرائی کی۔ ان کے علم وفضل کو سراہا۔ کسی نے یکتائے روزگار کہا، کسی نے رواں صدی کا مجدد قرار دیا، کسی نے امام ابو حنیفہ کا شاگرد خاص اور کسی نے زمانے کا امام کہا تو کسی نے سید عالم ﷺ کا معجزہ۔ علامہ اقبال نے امام ابو حنیفہ ثانی کا خطاب دیا۔ اہلِ محبت ان سے مسرور ہوئے اہلِ علم و معرفت نے قدر وقیمت پہچانی، گرویدہ ومشکور ہوئے حتٰی کہ دیوبند سے فارغ التحصیل جنابِ حسن نظامی نے انہیں دورِ حاضر میں اہلِ تصوف کا امام اور مجدّد قرار دیا۔

غرض احمد رضا سے محبت اہلِ ایمان کی پہچان اور ان سے عداوت گستاخانِ خدا اور سول اور اہلِ بدعت کی نشانی ٹھہری۔ یہیں سے امام احمد رضا کی شخصیت سے محبت وعقیدات اہلِ سنّت وجماعت کی شناخت ٹھہری۔ اکابرین نے مسلک اعلیٰ حضرت کو ہی مسلک اہلِ سنت قرار دیا۔ مثلاً صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "سنّی وہ ہے جو ماانا علیہ واصحابی کا مصداق ہو، اعلیٰ حضرت مولانا مفتی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے مسلک پر ہو"۔ (الفقیہ، امر تسر، ج ۲۷، ۱۲ تا ۱۹ رمضان مبارک ۱۳۶۴ھ)۔ ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ تحریر کرتے ہیں: "اس میں کوئی شک نہیں کہ اعلیٰ حضرت کا مسلک بالکل حق اور جو ان کے طریقے پر ہے وہی ٹھیک ہے" (فتاوی اہلِ سنّت، ص ۲۳، ۲۴)

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے اپنے مذکورہ ثلاثہ اہداف کی تکمیل، علومِ اسلامیہ نافعہ کی نشرواشاعت اور سوادِ اعظم اہلِ سنّت وجماعت کے چودہ سو سال سے زیادہ قدیم عقائد و نظریات کے دفاع اور ابلاغ اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے فروغ کے لیے وقت کے اکابر علما اہلِ سنّت کے مشوروں سے بریلی شریف میں جو ان کی عقبری شخصیت کی وجہ سے اسلامیانِ ہند بلکہ عالم اسلام کے مستفتیوں کا مرجع بن چکی تھی، منظر اسلام کے نام سے شعبان ۱۳۴۲ھ / ۱۹۰۴ء میں ایک دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔

"منظر اسلام" محض کسی عمارت کا نام نہیں بلکہ یہ اس فکرو نظریہ کا نام ہے جس نے مسلمانوں کے دورِ ابتلاء وغلامی میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی جدوجہد کو قوت و تقویت بخشی۔ سچ تو یہ ہے کہ دارالعلوم بریلی (منظر اسلام) جن نظریات وعقائد کا امین ہے وہ قرآنی فکر اور محمدی نظریات وعقائد ہیں۔ وہ دانشِ نورانی کا مبلغ اور تاریخ کے تواتر میں خلفائے راشدین، صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ کرامانِ امّت اور اولیائے ملّت کی فکر اور تعلیمی وتربیتی نظریات کا محافظ ہے۔ غور کیا جائے تو دارالعلوم بریلی (منظر اسلام) کا قیام جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں مسلمانانِ ہند کی شکست کے بعد احیاءِ سنّت اور ملّتِ اسلامیہ کی شیرازہ بندی کی تحریک کا نکتہ آغاز تھا۔ تاریخ گواہ ہے کہ مسندِ رشد و ہدایت ہو یا چمن زارِ علم وحکمت، رزم وبزمِ سیاست ومعیشت ہو یا مجلس اصلاحِ احوالِ امت، میدانِ صنعت وحرفت ہو یا انجمن شعرو ادب اور نگارشات و صحافت سرپرستان وابستگانِ ابنائے دارالعلوم اور معتقدین ومتوسلینِ اعلیٰ حضرت نے ہر محاذ پر عظیم کارنامے انجام دیے ہیں۔

منظرِ اسلام کے قیام نے غیر منقسم ہندوستان کے جید علما ومشائخ کو ایک ایسا فورم مہیّا کر دیا تھا جہاں ہر سال تقریب دستار بندی و تقسیمِ اسناد کے موقع پر جمع ہو کر وہ اسلامیانِ ہند کے دینی، تعلیمی، سیاسی، معاشرتی ومعاشی احوال پر مذاکرہ کرتے اور تبادلۂ خیال کے بعد ان کی فلاح واصلاح کے لیے تجاویز مرتب کرتے پھر اس کو اخبارات وجرائد میں مشتہر کرتے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے وصال کے بعد یہ روح پرور اجتماع اور تقریبِ تقسیمِ اسناد ان کے یوم وصال (۲۵ صفر المظفر) پر منتقل ہوگئی جس کا اہتمام ۳ یوم (۲۳، ۲۵، ۲۴ صفر) تک رہتا۔ اور دارالعلوم بریلی کے قیام نے جہاں علماء و دانشورانِ اہلِ سنّت کو مرکزیت کا ایک پلیٹ فارم مہیّا کیا، وہیں انہیں وسائلِ ابلاغ کی اہمیت اور اس کے بروقت استعمال کا احساس بھی دلایا۔ شروع شروع میں سلف صالحین کے طریقے پر بڑی بڑی کتب کے مضامین نفسِ موضوع پر باقاعدہ کتابیں لکھنے کی بجائے ان کے اہم نکات کے مفاہیم کو مختصر مضامین کی شکل دیکر اشتہارات یا پھر اس وقت ہندوستان میں شائع ہونے والے اخبارات بالخصوص دبدبہ سکندری (رامپور) الفقیہ (امرتسر)، تحفۂ حنفیہ (پٹنہ) الاسواد الاعظم (مراد آباد) وغیرہ میں اشاعتِ پذیر کروا کر عام سے عام کیا جانے لگا تاکہ عوام النّاس اس سے استفادہ کر سکیں اور انہیں اہم دینی سیاسی وملّی امور پر علما و دانشورانِ ملّت کے افکار سے آگاہی ہو سکے اور جماعت اہلِ سنّت کے تنظیمی امور سے بھی زیادہ سے زیادہ واقفیت ہو سکے۔ اس طریقہ کار کو مقبولیت حاصل ہوئی چنانچہ نظریاتی کشمکش، سیاسی چپقلش اور علمی و مسلکی اختلافی مباحث کے اس دور میں سرپرستان، وابستگان، متوسلین اور ابناءِ منظر اسلام کی کاوشوں سے علما، طلبا و عوام اہلِ سنّت میں مطالعہ کتب، رسائل و جرائد بینی، تصنیف و تالیف، تحقیق و تحریر اور صحافتی

لٹریچر کے پڑھنے پڑھانے کا ذوق پیدا ہوا۔ ماحول اس بات کا متقاضی ہوا کہ مرکزِ اہلِ سنّت بریلی شریف سے بھی کسی ماہنامہ کا اجراء ہو۔ لہٰذا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی سرپرستی میں ماہنامہ "الرضا" جاری ہوا۔ حضرت مولانا حسنین رضا ابن مولانا حسن رضا حسؔن بریلوی کی زیر ادارت اور حضرت صدرالشریعہ مولانا حکیم محمد امجد علی (علیہما الرحمہ) کے اہتمام سے یہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی حیات تک شائع ہوتا رہا۔ یہ رسالہ اپنے بلند پایہ علمی وادبی معیار کی وجہ سے اہلِ علم میں بہت مقبول ہوا۔ حتّٰی کہ علامہ شبلی نعمانی نے بھی اپنے رسالہ ندوہ میں اس کے علمی معیار کی تعریف و تحسین ان الفاظ میں کی:"مولانا صاحب (امام احمد رضا) کی زیر سرپرستی ماہوار رسالہ الرضا بریلی سے نکلتا ہے، جس کی چند قسطیں بغور وخوض دیکھی ہیں جس میں بلند پایہ مضامین شائع ہوتے ہیں۔" اس کے بند ہو جانے کے بعد حضرت حجۃ الاسلام مولانا مفتی حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ کی زیر سرپرستی اور مولانا محمد ابرار حسن صدیقی علیہ الرحمہ کی زیر ادارت "یادگار رضا" کے نام سے ایک نیا ماہنامہ بریلی شریف سے جاری ہوا۔ مولانا محمد علی حامدی اس کے نائب مدیر اور حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا خاں علیہما الرحمۃ اس کے مہتمم تھے۔"الرضا" کی طرح اس کا بھی علمی ادبی اور صحافتی معیار بہت بلند تھا۔ اس وقت کے ہندوستان کے جتنے علمی مراکز تھے، مثلاً: ندوہ، اعظم گڑھ، علی گڑھ، رامپور، پٹنہ، یہاں سے جو ماہنامہ رسائل شائع ہوتے تھے یادگارِ رضا کسی بھی اعتبار سے ان کے معیار سے کم نہ تھا۔ مبلغ اسلام حضرت علامہ ابراہیم خوشتر صدیقی علیہ الرحمۃ کے بقول: "یہ ماہنامہ مذہبی بھی تھا اور اخلاقی بھی تمدنی بھی تھا اور تاریخی بھی، علمی تھا اور ادبی بھی۔ اس کے مضامین گواہ ہیں کہ اس نے اپنے دور کے ہر چیلنج کا مقابلہ کیا اور مقدس مذہب اسلام کا ہر حملے اور فتنے سے دفاع کیا۔" (تذکرہ جمیل، ص ۲۱۰)

اُس دور میں یادگارِ رضا کے مدیر مولانا محمد ابرار حسن صدیقی علیہ الرحمۃ کا نام نامی دنیائے صحافت کا ایک معتبر نام سمجھا جاتا تھا۔ یہ سب حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کی تربیّت کا نتیجہ تھا۔ "ردّ مرزائیت" کے نام سے ایک ماہنامہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کی ادارت میں شائع ہوتا رہا۔ مرکز اہلِ سنّت بریلی کی تقلید میں غیر منقسم ہندوستان کے دیگر شہروں سے بھی اہلِ سنّت کے رسائل وجرائد کا اجراء ہوا۔ جماعتِ رضائے مصطفیٰ اور آل انڈیا سنّی کانفرنس پلیٹ فارم سے دینی وسیاسی اور علمی وتحریکی اور تعلیمی نظریات کے ابلاغ نے اہلِ سنّت وجماعت کے عوام وخواص میں دینی، مسلکی، سیاسی، ومعاشرتی شعور بیدار کیا، از سرِ نو تنظیم سازی اور صف بندی ہوئی، نتیجۃً متعدد با صلاحیّت مصنف، محقق، مدیر اور صحافی تربیت پاکر میدانِ عمل میں آئے جنہوں نے آگے چل کر بہت مفید علمی، مسلکی اور سیاسی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۱۹ء تا ۱۹۴۷ء کے دور میں اہلِ سنّت پہلی بار منظم سیاسی قوت کے طور پر ابھرے جس کی تفصیل میں جانا زیر بحث موضوع سے ہٹنے کے مترادف ہوگا۔ اس عنوانی پر مطالعہ کا شوق رکھنے والے مندرجہ ذیل محققانہ رسائل سے رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں:

۱۔ النفس الفکر فی قربانِ البقر۔ (مصنفہ امام رضا ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۰ء)
۲۔ اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام (ایضاً، ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء)
۳۔ تدبیرِ فلاح ونجات واصلاح (ایضاً، ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء)
۴۔ دوام العیش فی الائمۃ من القریش (ایضاً، ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء)
۵۔ المحجۃ المؤتمنۃ فی اٰیۃ الممتحنۃ (ایضاً، ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء)
۶۔ الطاری الداری لھفواتِ عبد الباری (ایضاً ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء)
۷۔ تاریخ جماعتِ رضائے مصطفیٰ (مصنفہ شہاب الدین رضوی)
۸۔ حیاتِ مولانا احمد رضا خاں بریلوی (مصنفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۱ء)
۹۔ خطبات ال انڈیا سنّی کانفرنس (مصنفہ علامہ جلال الدین قادری ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء)
۱۰۔ ابو الکلام آزاد کی تاریخی شکست (ایضاً، ۱۴۰۰ھ / ۱۹۸۰ء)
۱۱۔ تاریخ آل انڈیا سنّی کانفرنس (ایضاً، ۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء)
۱۲۔ تحریکِ آزادی ہند اور السواد الاعظم (مصنفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۷ء)
۱۳۔ ماہنامہ السواد الاعظم، (سرپرست ونگراں صدرالافاضل مولانا

نعیم الدین مراد آبادی، (۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۳ء۔۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء)، مدیر تاج العلما مولانا محمد عمر نعیمی، (۱۳۱۱ھ /۱۸۹۳ء۔ ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۶ء) کے ۱۹۱۸ء تا ۱۹۴۸ء کے شمارے۔

۱۴۔ ہفتہ وار اخبار دبدبۂ سکندری کے شمارے اور دیگر کتب ورسائل وجرائد۔

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا علیہ الرحمۃ (۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء۔ ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۲ء) کے وصال ۱۹۴۲ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک کا دور برصغیر پاک وہند کے باشندوں بالخصوص مسلمانوں کے لیے بڑا پر فتن اور پر آشوب دور تھا۔ تحریک آزادی ہند پھر تحریک پاکستان کی جدوجہد شباب پر تھی۔ قتل وغارت گری، لوٹ گھسوٹ، افراتفری نفسی نفسی کا عالم تھا۔ اس سے غیر منقسم ہند بالخصوص ان صوبوں کے مدارسِ اسلامی، دینی مراکز اور خانقاہیں جواب ہندوستان کا حصہ ہیں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ پھر ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے بعد مسلمانوں کا پاکستان ہجرت کا سلسلہ شروع ہو گیا جو ۱۹۵۳ء تک جاری رہا۔ چنانچہ دارالعلوم بریلی منظر اسلام بھی ان حالات سے متاثر ہوا۔ بالخصوص حضرت مولانا تقدس علی خانصاحب علیہ الرحمۃ، جو حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کے بعد اس دارالعلوم کے مہتمم تھے، ان کے پاکستان ہجرت کر جانے کے بعد منظر اسلام خانوادۂ رضویہ سے کٹ کر غیروں اور نااہل لوگوں کے ہاتھوں میں چلا گیا یہ بھی ایک ایسا موضوع ہے جس پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے جب کوئی فاضل محقق منظر اسلام کی تاریخ پر قلم اٹھائے گا تو اس ضمن میں اس کو بہت مواد میسر آسکتا ہے۔ مختصراً یہ کہ بڑی جدوجہد کے بعد حجۃ الاسلام کے خلف اکبر مفسر اعظم حضرت مولانا ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں علیہ الرحمۃ نے بذریعہ عدالت خانقاہِ رضویہ اور اس سے متعلق تمام جائیداد اور جامعہ منظر اسلام کی تولیت حاصل کر لی۔ دارالعلوم کو جس میں درسِ نظامی کی تعلیم تقریباً ختم ہو چکی تھی از سرِ نو اس کے اعلیٰ مقام تک لے گئے اور آپ نے اس دارالعلوم کے کاروانِ علم کو دوبارہ شاہراہ رضا پر رواں دواں کیا۔ اسی دوران ماہنامہ "یادگارِ رضا" کی جگہ آپ نے ایک ماہنامہ "اعلیٰ حضرت" کے نام سے جمادی الثانی ۱۳۸۰ھ / دسمبر ۱۹۶۰ء کو مرکز اہلِ سنّت سے جاری فرمایا: یادش بخیر! غالباً سن ساٹھ کی دہائی میں حضور مفتی اعظم حضرت علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی زیر سرپرستی اور جناب صوفی اقبال احمد نوری کی زیر ارادت ایک ماہنامہ "نوری کرن" کے نام سے بڑی شدومد کے ساتھ جاری ہوا لیکن اس کی اشاعت چند برسوں جاری رہنے کے بعد حضور مفتی اعظم کی حیات ہی میں بند ہو گئی۔

ماہنامہ اعلیحضرت کے پہلے مدیر مولانا عبدالمجید رضوی اور منیجر حافظ انعام اللہ صاحب تھے۔ اس کی غرض وغایت کے سلسلہ میں ماہنامہ اعلیحضرت کے پہلے شمارے میں حضرت جیلانی میاں قدس سرہ رقم طراز ہیں:

"عرصے سے ایک ماہنامہ رسالے کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔ اہلِ سنّت کے پاس نہ رسائل ہیں نہ اخبارات، خصوصاً ہندوستان میں۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے ہر طرف باطل (فرقوں اور قوتوں) کی سیاہ کالی گھٹائیں چھاتی چلی جارہی ہیں اور اس کی (ماہنامہ کے اجراء کے سلسلے میں) کوئی امداد نہیں ہورہی ہے۔ اس سلسلے میں کرنے کی ضروری چیز روزانہ اخبار، ماہنامہ، رسائل اور مدارسِ اہلِ سنّت کی بڑے پیمانے پر (اہلِ ثروت کی) امداد ہے، اس سے بھی زیادہ باہمی تعاون، اعتماد اور کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی! مگر جو ہورہا ہے، اور اندازہ یہ ہے کہ ہوتا رہے گا، وہ جمود، تعطل، بے حسی، افراتفری، مخلص محنت کشوں اور کارکنوں کو تنگ کرنا، ان پر بے جا نکتہ چینیاں، اور اس ٹائپ کی اور بہت کچھ، انّا للہ وَانّا الیہ راجعون۔ اس ضرورت کے پیش نظر یہ رسالہ شائع کیا جارہا ہے۔ خدا کرے اس کی اشاعت میں کوئی رکاوٹ نہ پڑے۔ اس عزم سے شائع کیا جارہا ہے کہ بہر حال ضرور شائع ہونا ہے، خدا نے چاہا مستقل شائع ہو گا۔ یہ رسالہ ایسا ہی چلے گا جیسا دارالعلوم (منظر اسلام)۔ ماہنامہ اعلیحضرت ان شاء اللہ قمر نامہ ہی ہو گا ابھی تو ہلال ہی ہے، ایک دن آئے گا جب یہ بدرِ کامل ہو جائے گا اور یہ ہو کر رہے گا۔"

ماشاء اللہ آج ماہنامہ اعلیحضرت کا پچاس سالہ یوم تأسیس منایا جارہے۔ آج کا ماہنامہ اعلیحضرت مطالعہ کیجئے اور آج کے منظرِ اسلام کا خوبصورت منظر ملاحظہ کیجے اور اس مومنِ کامل ابراہیم رضا کی فراست کی داد دیجئے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور سچ فرمایا کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ جلا جلالہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ ابراہیم رضا اسم با مسمّٰی تھے ''براہیمی'' نظر سے جو کچھ پچاس سال قبل دیکھا وہ آج ہمارے سامنے ہے۔ منظرِ اسلام کا حسین و جمیل منظر اور ماہنامہ اعلیحضرت کا اعلیٰ معیار! ؂

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا!
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ ؂

براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے

سچ تو یہ ہے کہ یہ احمد رضا کا فیضانِ نظر اور نائب احمد رضا (حامد رضا) کے مکتب (منظر اسلام) کی کرامت تھی جس نے ابراہیم رضا کو وہ آدابِ فرزندی سکھائے کہ انہوں نے ہر قسم کی قربانی پیش کر کے اور ہر ابتلاء و آزمائیش سے گذر کر اپنے آباء کی متاع بے بہا ''مسندِ علم و حکمت'' اور خرقۂ ''سجادۂ طریقت و شریعت'' کی اسطرح حفاظت کی کہ اسے اس شعر کا مصداق بنادیا۔ ؂

خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہے
کہ در وے بود قیل وقال محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

اور ''یادگارِ رضا'' کی متاع لوح و قلم کو نہ لٹنے دیا نہ بکنے دیا بلکہ اس کو اس ہنر مندی سے استعمال کیا کہ اسے نقشِ ''اعلیحضرت'' بنادیا۔ حضرت مفسر اعظم علیہ الرحمۃ کے مضمون کے مذکورہ اقتباس کو پڑھکر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ماہنامہ جس جوش اور جذبے سے جاری کیا گیا تھا وہ کتنا عظیم تھا۔ بالفاظِ دیگر اس کے اغراض و مقاصد وہی تھے جو مرکزِ اہلِ سنّت سے نکالے گئے دو سابقہ رسالوں ''الرضا'' اور ''یادگارِ رضا'' کے تھے، یعنی:

۱۔ دینِ متین اور مذہب مقدس اہلِ سنّت کی حفاظت وحمایت وصیانت۔

۲۔ دشمنانِ دین اور مخالفینِ مذہب، مہذب اہلِ سنّت کے حملوں کا دفاع اور متانت و سنجیدگی اور دلائل و براہین کے ساتھ ان کے اعتراضات کا رد۔

۳۔ فرقہ پرستوں کو شکست دینا۔

۴۔ سوادِ اعظم میں اختلاف کا سدِّ باب اور اتحاد و اتفاق کی کوشش اور اس کے لئے مناسب تدابیر پیش کرنا۔

۵۔ مسلمانوں کو اسوۂ حسنہ اور اسلامی معیشت و معاشرت کی طرف متوجہ کرنا۔

۶۔ بے حس اور غافل لوگوں کو جھنجوڑنا اور بیدار کرنا اور امام احمد رضا کی پیش کردہ تجاویز پر اصلاح احوال کی کوشش کرکے سوادِ اعظم کی سابقہ یکجہتی اور قوت کو بحال کرنا۔

۷۔ جاہل اور ناواقف مسلم عوام کو مذہب و مسلک کی اساس سے واقف کرنا۔

۸۔ معاشرہ کا ایک مفید فرد بننے کے لیے دینی و دنیوی امور میں ان کی رہنمائی کرنا۔

۹۔ اس دور میں ہندوستان میں ایسے اخبارات و جرائد بھی نکل رہے تھے جن کا ہدف اشتراکی نظریات یا ہندو قوم پرستوں کے اغراض و مقاصد کو آگے بڑھانا تھا، مسلمانوں سے ان کو کوئی ہمدردی نہ تھی بلکہ وہ کھلّم کھلّا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مضامین شائع کرتے تھے۔ حضرت جیلانی صاحب قدس سرہ جو لٹریچر، بالخصوص اخبارات و جرائد کی اثر پذیری سے بخوبی آگاہ تھے وہ اس کا بھی شدید احساس رکھتے تھے کہ ماہنامہ کو مسلمانوں کی نظریاتی بنیاد کی حفاظت کا فریضہ بھی انجام دینا چاہیے۔ اگر ہمیں ہندوستان میں زندہ قوم کی طرح سر اٹھا کر چلنا اور زندہ رہنا ہے۔

راقم کو اس بات پر بھی فخر ہے کہ فقیر کے والدِ ماجد حضرت مولانا سید وزارت رسول قادری رضوی حامدی علیہ الرحمۃ کا خانقاہ رضویہ کی اصلاح احوال سے متعلق ایک طویل مضمون بھی غالباً ۱۹۶۳ء کے کسی شمارے میں شائع ہوا تھا۔ واضح ہو کہ حضرت مفسر اعظم اور والد ماجد علیہما الرحمۃ ہم عمر ہم سبق اور آپس میں پیر بھائی

بھی تھے، دونوں ایک دوسرے کا بے حد احترام کرتے تھے اور آپس میں بڑے بے تکلفانہ محبت کے تعلقات تھے۔ جب ۱۹۵۲۔ ۱۹۵۳ء میں حضرت جیلانی صاحب مشرقی پاکستان تشریف لے گئے تھے تو آپ ہماری جائے قیام ایشورڈی، ضلع پبنہ میں کچھ روز ہمارے غریب خانے پر مقیم بھی رہے تھے۔

حضرت جیلانی صاحب علیہ الرحمۃ کے وصال (۱۹۶۵ء) کے بعد حسبِ وصیت حجۃ الاسلام رحمہ اللہ خانقاہِ عالیہ رضویہ کی تولیت اور منظر اسلام کا اہتمام آپ کے خلف اکبر حضرت مولانا ریحان رضا خاں رحمانی صاحب علیہ الرحمۃ کو ملا۔ ماہنامہ اعلیحضرت کا اہتمام و ادارت بھی آپ کے سپرد ہوئی۔ حضرت ریحان ملت مولانا ریحان رضا خاں علیہ الرحمۃ کا شمار اپنے دور کے تحریکی، تنظیمی اور مثبت سیاسی فکر کے علما میں ہوتا تھا وہ ملک گیر شہرت کے ایک ادیب اور نعتیہ شاعر بھی تھے۔ انہوں نے بہت جلد دارالعلوم منظر اسلام کو تنظیم نو کے ساتھ ترقی کی راہ پر گامزن کیا۔ انہوں نے اپنے ملکی اور بیرونی رابطوں کو بروئے کار لاتے ہوئے جدید دور کے تقاضوں کے مطابق نہ صرف دارالعلوم مرکز اہلِ سنّت کو وسعت دینے کی کاوش کی بلکہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت کو جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش بھی کی۔ فاضل اسکالرز اور علما اور دانشوروں کے مقالات شائع کرنے کا اہتمام کیا۔ اس کے سرکولیشن میں اضافہ کیا۔ رضا برقی پریس قائم کیا۔ ہندوستان کے علاوہ پاکستان، افریقہ اور دیگر یورپین ممالک میں اس کی ممبر سازی کو وسعت دی۔ عرس رضوی اور دیگر خصوصی مواقع پر اس کے خصوصی نمبر شائع ہوئے۔ حضور مفتی اعظم حضرت علامہ مصطفیٰ رضا خاں قادری برکاتی رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال شریف پر خصوصی ایڈیشن شائع کیا۔ وصال (۱۹۸۵ء) سے تقریباً ایک سال قبل ریحان ملّت نے بریلی شریف سے تیس کلو میٹر دوری پر ریچھا ریلوے اسٹیشن سے متصل ایک عظیم دینی درگاہ ''الجامعۃ القادریہ'' کا سنگ بنیاد رکھا۔ یہ درسگاہ منظر اسلام کا ہی ایکسٹینشن تھی جو اکیاون بیگہ وسیع و عریض علاقہ پر پھیلی ہوئی ہے۔ مگر صد افسوس کہ آپ کی زندگی نے وفانہ کی لیکن یہ دارالعلوم ایک علیحدہ صورت میں آج بھی پھل رہا ہے اور ریحانِ ملّت علیہ الرحمۃ کے خوابوں کی تعبیر ''السعی منّی والا تمام من اللہ'' کے مصداق پوری ہو رہی ہے۔

حضرت ریحانِ ملّت علیہ الرحمۃ کے وصال (۱۹۸۵ء) پر منظر اسلام اور اس کے ترجمان ماہنامہ اعلیحضرت کا ایک خوبصورت دور ختم ہوا۔ اس موقع پر حضرت مبلغ اسلام علامہ مولانا ابراہیم خوشتر صدیقی رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ نے صاحب سجّادہ حضرت مولانا سبحان رضا مد ظلہ العالی کے نام ایک تعزیتی خط میں ریحانِ ملّت علیہ الرحمۃ کو نہایت حسین پیرائے میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے جو قارئین کرام کی نذر ہے:

''ایک عظیم دور، فکری، تعلیمی و تعمیری، حضرت حجۃ الاسلام (علیہ الرحمۃ) سے شروع ہو کر بظاہر حضرت ریحانِ ملّت (رحمۃ اللہ) کے وصال پر ختم ہو گیا۔ امام احمد رضا (قدس سرہ العزیز) کے یہ سہ تن خوشتر از صد تن تھے، آپ کے فیضان کے یہ تینوں بڑے روشن مینار تھے''۔ پھر صاحب سجادہ زید علمہ کو ڈھارس دیتے اور خوبصورت الفاظ میں نصیحت فرماتے ہوئے علامہ خوشتر رقم طراز ہیں:

''ہاں صاحب سجادہ کے کاندھوں پر عظیم ذمہ داریاں آگئی ہیں مگر یہ کارِ رضا ہے، نہ پہلے رکا ہے نہ اب رکے گا، رضا کی رضا شاملِ حال رہے گی (ان شاء اللہ)۔ آپ کا ماضی صبر و شکر سے روشن ہے۔ اپنے والد ماجد سامی کی روایات اور جدودِ نامی کی نمایاں خدمات کو پیش نظر رکھتے، کارِ رضا میں پوری ثابت قدمی کے ساتھ قدم آگے بڑھائے، آپ صاحب منزل ہیں اور نشانِ منزل آپ کے سامنے ہے''۔ (معارفِ رضا، دارالعلوم منظرِ اسلام نمبر جولائی تا ستمبر ۲۰۰۱ء، ص ۱۵۴)۔

اللہ تعالیٰ رحمٰن و رحیم حضرت علامہ خوشتر صدیقی کی قبر پر رحمت و رضوان کی شب و روز بارش نازل فرمائے، کہ وہ اپنی استعاراتی اصطلاح ''سہ تن خوشتر از صد تن'' کے وَضّاع ہونے کی بناء پر جب تک منظر اسلام قائم ہے اور ''ماہنامہ اعلیحضرت'' کا اجراء کا سلسلہ رواں ہے، اور ان شاء اللہ تا صبح قیام رہے گا، وہ خواجہ تاشانِ رضویت سے دعائیہ خراجِ تحسین وصول کرتے رہیں گے اور الحمد للہ مرحوم مغفور رحمۃ اللہ نے صاحبِ سجادہ حضرت مولانا سبحان رضا خاں

قادری، رضوی، نوری دامت برکاتہم العالیہ کو مفید مشورے دیے۔ دارالعلوم منظر اسلام اور ماہنامہ اعلیٰحضرت کے خوب سے خوبتر کی جانب سفر نے ثابت کر دیا کہ آپ (حضرت سبحانی میاں) واقعی "صاحبِ منزل" ہیں اور "نشان منزل" بھی۔ اور "کارِ رضا" کی انجام دہی میں "جادۂ رضا" پر ثابت قدمی کے ساتھ گامزن اور "مسلک رضا" کے سچے نقیب و داعی بھی، اللھم اطال اللہ عمرہٗ

یہ ریحاں دین وسنّت کے مہکتے ہیں جد دو دیکھو
نوازش ہے رضؔا کی اور احسان ان کے منظر کا

فقیر کو اس وقت وہ منظر یاد آرہا ہے، جب ناچیز حضرت صاحب سجّادہ زید مجدہ کی دعوت پر مئی ۲۰۰۱ء میں عرسِ رضوی اور صد سالہ جشن منظر اسلام میں شرکت کے لیے ایک وفد کے ساتھ حاضر ہوا تھا، جس میں شیخ الحدیث حضرت استاذِ گرامی علامہ نصر اللہ خاں افغانی مدظلہ ان کے صاحبزادے مولانا احمد رضا خاں زید مجدہ، حضرت مولانا علامہ جمیل احمد نعیمی مدظلہ اور پروفیسر ڈاکٹر مجیب احمد شامل تھے اور ہم سب کا قیام حضرت صاحب سجادہ کے آستانۂ عالیہ پر تھا۔ آپ نے جس طرح ہماری پذیرائی فرمائی، ہمارا خیال رکھا، جس اعلیٰ مہمان نوازی اور کرم گستری کا مظاہرہ کیا اس نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ سامی، حضرت حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اخلاق عالیہ کی یاد دلا دی، سچ ہے "الولد سرٌ لابیہ" کا یہ صحیح منظر پیش کیا۔ اس پندرہ روزہ قیامِ آستانۂ عالیہ نے حضرت صاحب سجادہ اطال اللہ عمرہ کی محبت اور ان کے اخلاق کا ایسا نقش ہمارے دلوں بالخصوص خانوادۂ رضویہ کے اس جدّی پشتی ریزہ خوار کے دل میں چھوڑا ہے جو ان شاء اللہ تا صبح قیامت مٹ نہ سکے گا، بلکہ اس فقیر کے لیے سرمایۂ حیات بھی ہے اور توشہ آخرت بھی۔ اس دوران حضرت سبحانی میاں سے بار ہا ملاقات کا شرف رہا۔ ہماری خانوادہ رضویہ سے جدّ امجد حضرت علامہ مولانا سید ہدایت رسول لکھنوی بلکہ ان کے والد ماجد علیہما الرحمۃ کے وقت سے دیرینہ نیاز مندی ہے۔ لہٰذا فقیر نہایت بے تکلف ماحول میں حضرت سجادہ سے منظر اسلام کی ترقی اور ماہنامہ اعلیٰ حضرت کی اشاعت کی وسعت اور معیار کی مزید بلندی اور اس کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو ہوتی رہی۔ حضرت نے فرمایا کہ دارالعلوم منظر اسلام کی وسعت اور تعلیم وتربیت کو معیاری بنانے کے سلسلے میں اعلیٰحضرت عظیم البرکت کے دس نکاتی تعلیمی نظریات پیشِ نظر رہتے ہیں اور ماہنامہ اعلیٰحضرت کو صوری معنوی اعتبار سے خوب سے خوبتر بنانے میں انہی نکات کے دسویں نکتے کی تشریح و تعبیر و تفصیل سامنے رہتی ہے، وہ اسی سمت میں ۱۹۸۵ء سے کام کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ اس کا مشاہدہ ہم نے خود کیا۔ آپ کے دور اہتمام میں جہاں خانقاہِ عالیہ، مزار شریف کی تعمیر عرسِ رضوی کے انتظامات میں ماضی کے مقابلے میں بنیادی تبدیلیاں اور بہتری نظر آئی وہیں دارالعلوم منظر اسلام اور اس کے ہوسٹل کے تعمیراتی کام اور تعلیمی نصاب ومعیار کو دور جدید کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے میں نہایت اہم پیش رفت بھی ہوئی ہے۔ صوبۂ یوپی اور بہار کی متعدد یونیورسٹیوں سے اسکی اسناد کا بی۔اے اور ایم۔اے کے ساتھ معادلہ حضرت سبحانی میاں زید مجدہ اور ان کے رفقائے کار کا اہم کارنامہ ہے۔ ساتھ ساتھ "ماہنامہ اعلیٰحضرت" جو دراصل مرکز اہلِ سنّت منظر اسلام کا ایک ترجمان ہے، اس میں ۹۰ کی دہائی سے روز افزاں ترقی اور تبدیلی دیکھنے میں آئی ہے۔ مثلاً ماہنامہ اعلیٰحضرت کا امام احمد رضا سیمینار اور منظر اسلام کے صد سالہ جشن کے موقع پر متواتر چار سال (۲۰۰۱ء تا ۲۰۰۴ء) تک کے خصوصی شمارے ایک تاریخی، تعلیمی اور ادبی اہمیت کے حامل مجلّدات ہیں۔ اس سلسلے میں مدیر اعلیٰ حضرت سبحانی میاں صاحب زید علمۂ کے ساتھ ان کی ادارتی اور مشاورتی ٹیم کی بھی کاوشیں اور خدمات قابل تحسین ہیں۔ اگر ان کا ذکر نہ کیا جائے تو ناسپاسی ہوگی بالخصوص مدیر حضرت علامہ مولانا قاری عبدالرحمٰن خانصاحب قادری، حضرت مولانا ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی صاحب کیٹہاری (معاون مدیر) حضرت مولانا محمد انور علی

رضوی بہرائچی (مشیر مدیر) حضرت مولانا مفتی فاروق فاروق نوری وغیر ہم کی ماہنامہ اعلیحضرت کو صوروی اور معنوی اعتبار سے خوب سے خوبتر بنانے میں بڑی کاوشیں ہیں۔ شاعرِ اہلِ سنّت جناب علی احمد سیوانی اور ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی صاحب کی مشاورت و معاونت بعض خصوصی نمبر کے اجراء میں بڑی کار آمد اور دور اس نتائج کی حامل رہی ہے۔ اللھم اجر ہم احسن الجزاء۔

ایک سر سری جائزہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ صد سالہ جشنِ منظرِ اسلام نمبر میں جناب مدیر اعلی اور ان کی اداراتی ٹیم نے بر صغیر پاک وہند اور بعض افریقی اور یورپی ممالک سے رابطہ کرکے چاروں مجلدات میں تقریباً ڈیڑھ سو (۱۵۰) مقالہ نگار حضرات کی نگارشات حاصل کیں۔ جنمیں ایک بڑی تعداد معروف علما اور ریسرچ اسکالرز کی نظر آتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کوئی محقق بالخصوص میدان صحافت سے تعلق رکھنے والا محقق، ان چاروں مجلدات کا ایک جائزہ مع اس کے اشاریئے کے تحریر کرے جس سے اس کی تاریخی، ادبی، دینی اہمیت اجاگر ہو سکے اور صحافت کے معیار پر پرکھتے ہوئے اس کی خوبیوں کے ساتھ اس کی خامیوں کی بھی نشاندھی کی جائے تاکہ ماہنامہ اعلیحضرت کا اداراتی بورڈ جس میں فاضل علمی، دینی اور ادبی شخصیات شامل ہیں، آئندہ شائع ہونے والے خصوصی شماروں اور ماہناموں میں بہترین اور معیاری مقالے زیادہ سے زیادہ تعداد میں شامل کر سکے، قارئین کرام ان سے صحیح معنوں میں استفادہ کر سکیں اور ماہنامہ اعلیحضرت تحقیقی و علمی مرکز اور جامعات کی لائبریری کی بجاطور پر زینت بن سکے۔

آج کا دور سائنسی اور علمی ترقی کا دور ہے۔ انٹر نیٹ ویب سائیٹ، کمپیوٹر سائنس نے دنیا کو ایک گاؤں بنا کر رکھ دیا ہے۔ دنیا کی بڑی بڑی لائبریاں ویب سائیٹ سے منسلک ہیں یہ بات بھی قابل اطمینان ہے کہ ماہنامہ اعلیحضرت کا بھی اپنا انٹر نیٹ اور ویب سائیٹ سسٹم ہے۔ مدیر اعلیٰ اور ان کی اداراتی ومشاورتی ٹیم جدید دور کے وسائل ابلاغ کی اہمیت ان کی ضرورت اور اس کی زوداثری اور کروڑوں انسانوں تک چند منٹوں میں اس کے ابلاغ کے اثرات سے واقف ہے۔ امید ہے کہ الیکٹرونک میڈیا کی روز افزوں نت نئی ایجادات سے ماہنامہ ''اعلیحضرت'' کا اداراتی بورڈ اور دارالعلوم منظر اسلام کے لائبیریرین انٹر نیٹ لنک پر آکر اپنے عقائد وافکار کی ترسیل و ابلاغ اور دنیا کی عظیم جامعات کی لائبیریریوں اور دیگر انٹر نیشنل لائبیریریوں سے بھر پور استفادہ کی حتی المقدور کوشش کرتے رہیں گے۔ مرکز اہلِ سنّت ہونے کی بناء پر منظرِ اسلام اور اس کے ترجمان ماہنامہ اعلیحضرت پر عقائد اہلِ سنّت کی متاثر کن ترسیل و ابلاغ کی اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ دنیا بھر کے عوام اہلِ سنّت بجاطور پر یہ توقع کرتے ہیں موجودہ مہتمم حضرات اپنی اس ذمہ داری کو پورا کریں گے۔

راقم یہ سمجھتا ہے کہ بعض مجبوریوں اور کوتاہیوں کے باوجود مجموعی طور ماہنامہ اعلیحضرت:

۔۔۔مسلک اعلیحضرت اور مشن رضویات کا ترجمان ہے۔

۔۔۔سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے امام اعظم امام ابو حنیفہ تک اور وہاں سے لیکر امام احمد رضا محدث بریلوی تک جو سلسلۃ الذہب ہے، ماہنامہ اعلیحضرت اس کے افکار و نظریات کا امین اور محافظ و نگہبان ہے۔

۔۔۔یہ یادگارِ رضا، چمنستانِ براہیم، باغِ ریحان اور گلِ سبحان ہے۔

اے ماہنامہ اعلیحضرت تیری خدمات ونسبت کو سلام!

اے علم نافع کے امین تیری عظمت کو سلام!

اے تجلیات کلیم ومشاہدات حکیم کے نگہبان! جشنِ تاسیسِ پنجاہ سالہ مبارک!

عجب نہیں کہ بدل دے اسے نگاہ تیری
بلا رہی ہے تجھے ممکنات کی دنیا

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

رپورٹ 31ویں سالانہ امام احمد رضا کانفرنس

محمد افضل حسین مسعودی نقشبندی

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے تحت شیخ الاسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے ۹۲ویں یوم وصال کے موقع پر ۳۱ویں انٹرنیشنل امام احمد رضا کانفرنس شیخ زاید اسلامک سینٹر آڈیٹوریم، کراچی یونیورسٹی انعقاد پذیر ہوئی۔ کانفرنس میں اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک سے اسکالرز حضرات نے شیخ الاسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی حیات علمی ادبی و دینی خدمات پر مقالات پیش کیے جبکہ اسپیکر قومی اسمبلی، وائس چانسلر بہاولپور اسلامیہ یونیورسٹی، وائس چانسلر سندھ یونیورسٹی ودیگر عالمی شخصیات کے پیغامات سنائے گئے کانفرنس سے عالمی اسکالرز نے خطاب کیا وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی پروفیسر ڈاکٹر پیر زادہ قاسم رضا صدیقی نے اپنے پیغام میں کہا کہ امام احمد رضا بدعات کے شدید مخالف تھے انہوں نے پوری زندگی عظمتِ مصطفی ﷺ کو اُجاگر کیا۔ وائس چانسلر نے اعلیٰ حضرت پر ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے تحقیقی عمل کو سراہتے ہوئے اعلان کیا کہ کراچی یونیورسٹی کے مختلف شعبوں سے امام احمد رضا پر پی ایچ ڈی کرنے والے محققین کی بھرپور حوصلہ افزائی کی جائے گی انہوں نے کہا کہ فاضل بریلوی پر سال میں ایک نہیں کئی کانفرنسز اور سیمنار ہونے چاہیے تا کہ ان کے مختلف علمی گوشوں کو اجاگر کیا جا سکے حاجی حنیف طیب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امام احمد رضا نے تحفظ ناموس رسالت کے موضوع پر کثیر کتب تحریر کیں وقت کا تقاضہ ہے کہ کوئی طالب علم ناموس رسالت پر مربوط مقالہ امام احمد رضا کے علمی حوالے سے تحریر کرے ممبر قومی اسمبلی صاحبزادہ حاجی فضل کریم نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امام احمد رضا نے سیاست کو مذہب کے بعد سب سے بڑی طاقت قرار دیا اور حُکم دیا کہ سیاسی شعبہ حیات پر مذہب کی گرفت ضروری ہے اور جب سیاست مذہب کی گرفت سے آزاد ہوجاتی ہے تو بذاتِ خود قوت بن کر چنگیزیت کا روپ دھار لیتی ہے انہوں نے کہا تعلیماتِ رضا کو عالم اسلام میں عام کرنے میں ماہر تعلیم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ کی تحریری خدمات کسی سے پوشیدہ نہیں۔ صدر ادارہ علامہ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری نے خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ فکر رضا کی روشنی میں قبور کو سجدہ حرام ہے اس موضوع پر اعلیٰ حضرت نے ضخیم کتاب ''الزبدۃ الزکیہ فی تحریم سجدہ التحیۃ'' تحریر کی قرآن وحدیث کی روشنی میں جہاں حرمت کا فتویٰ دیکر غیر اللہ کو سجدہ حرام قرار دیا وہاں کسی نبی یا ولی کی محبت میں ان کے مزار پر فاتحہ خوانی کرنے والے مومن مسلمان پر شرک کی تہمت لگانے والوں کا علمی محاسبہ کیا امام احمد رضا نے فہم دین کی اساس عشق رسول کو قرار دیا اسی فکر وفلسفہ کے تحت وہ مسلمانوں کو ایک زندہ و پائندہ قوم دیکھنا چاہتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے ایک ہزار سے زائد تصانیف مختلف موضوعات پر تحریر کیں جس کے ذریعے عقائد ونظریات، تعلیم وتعلم، سیاسیات ومدنیات، معشیت اور صحافت وادبیات عرض کہ ہر محاذ پر مسلمانوں کی رہبری کا فریضہ بطریق احسن انجام دیا انھوں نے کہا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں مگر ہم صرف ان کی علمی ادبی خدمات اور تحریروں کو دنیا کے سامنے تحقیقی تناظر میں پیش کر رہے ہیں ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے تحت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا قیام اسی سلسلے کی کڑی ہے ماہر تعلیم پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ فاضل بریلوی نے ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت کے لیے بے مثال کردار ادا کیا ان کی پوری زندگی ایسے دور میں گزری جب مسلمانوں کی آزمائش کا زمانہ تھا یہود ونصاریٰ کے ایجنٹ برطانوی امداد کے ذریعے اپنے اداروں میں داعی اسلام کے خلاف سازشوں میں معروف تھے انہوں نے کہا کہ امام احمد رضا کی شخصیت اور علمی کارناموں پر دنیاں بھر کی یونیورسٹیز میں تحقیقی عمل جاری ہے انہوں

نے کہا کہ محققین کو تحقیقی خدمات کے پیش نظر 50 سے زائد گولڈ میڈل اور کئی سلور میڈل دیے جاچکے ہیں کئی۔معروف مذہبی اسکالر امیر جماعت اہلِ سنّت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تعلیمات مشعلِ راہ ہیں امتِ مسلمہ کو پیش کردہ چار نکاتی پروگرام میں حکم دیتے ہیں کہ مسلمانوں کو گورنمنٹ سروس کے پیچھے بھاگنے کے بجائے صنعت و حرفت اور تجارت پر بھر پور توجہ دینی چاہیے رواداری اور حکمتِ علمی سے کام لیتے ہوئے خُد کو مستحکم کرنا چاہیے انہوں نے مزید کہا کہ مدرسہ مسجد اور خانقاہ کے ذریعے تبلیغی مشن علم دین اور طریقت کو فروغ دینا چاہیے کہ ایسا مُسلم معاشرہ پروان چڑھے جہاں دین اور علماء وصُلحا کی قیادت وحکمرانی ہوانہوں نے کہا امام احمد رضا انگریز حکومت اور انکی تعلیم وتہذیب کے سخت مخالف تھے ترکوں پر فرنگیوں کے مظالم کے خلاف آپ نے صدائے احتجاج بلند کی پروفیسر دلاور خاں نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تاریخ پر گہری نظر رکھنے والا مؤرخ اس حقیقت کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ گزشتہ دوصدیوں میں امام احمد رضا جیسی عبقری شخصیت کا مثل موجود ہو عصرِ حاضر پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوگا کہ فکرِ رضا کو اپنانے کی اشد ضرورت ہے چیرمین اُمّہ فاؤنڈیشن لاہور پروفیسر سید عبدالرحمٰن بخاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امام احمد رضا نے علم وادب کی ایسی شمعیں روشن کیں جن کی تابانی میں تا قیامت کوئی فرق نہیں آئے گا۔مہمانِ خصوصی فضیلۃ الشیخ علامہ عباس رضوی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اعلیٰ حضرت بہت بلند پایہ ریاضی دان تھے آپ کی تصنیف ''الدولۃ المکیہ'' مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت آشکار ہوئی انہوں نے کہا کہ علمائے عرب وعجم نے تسلیم کیا کہ اعلیٰ حضرت کو علم لدنی حاصل تھا اسپکر قومی اسمبلی ڈاکٹر فہمیدہ مرزا نے اپنے پیغام میں کہا کہ امام احمد رضا کے مشن اور فکر کے ابلاغ کے لیے انٹرنیشنل کانفرنس کا انعقاد لائق تقلیدِ عمل ہے۔وائس چانسلر سندھ یونیورسٹی پروفیسر ڈاکٹر نذیر مغل نے اپنے پیغام میں کہا کہ امام احمد رضا بہ یک وقت محقق، محدث،فقیہہ،مجدد اور مجتہد تھے ان کی صلاحیتوں کا اعتراف ہر طبقہ فکر کے لوگ اپنے اپنے انداز میں کرتے ہیں۔چیرمین بورڈ آف انٹر میڈیٹ ایجوکیشن پروفیسر انواراحمد زئی نے اپنے پیغام میں کہا کہ امام احمد رضا نے مذہبی موضوعات کے ساتھ ساتھ سائنس،منطق،فلسفہ اور بینکنگ کے عنوانات پر بھی کئی تصانیف ہماری رہنمائی کے لیے فراہم کیں جن کی ترویج واشاعت وقت کا اہم تقاضہ ہے پنجاب یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے کہا کہ امام احمد رضا ایک ایسی شخصیت کا نام ہے جن کی فکر حدود وقیود کی پابند نہیں اعلیٰ حضرت کی فکر کا محور مکین گنبد خضریٰ ہے پروفیسر ڈاکٹر محمد انور خاں نے کہا امام احمد رضا کی شخصیت نہ صرف جنوبی ایشیاء بلکہ پورے عالمِ اسلام کے لیے انتہائی معتبر اور مؤثر ہے۔پروفیسر ڈاکٹر قمر الحق رجسٹرار وفاقی اردو یونیورسٹی نے کہا کہ حضرت امام احمد رضا کی بے مثال خدمات نے جانِ ایمان اور روح اسلام کو نہ صرف عام فہم کیا ہے بلکہ کسوٹی ایمان مہیا کی نعتیہ کلام ہو ترجمہ قرآن یا فتاوٰی رضویہ اپنی مثال آپ ہیں۔

کانفرنس سے مقالہ نگار عقیل احمد (جامعہ کراچی)،محمد اسماعیل بدایونی (جامعہ کراچی) و دیگر اسکالرز نے خطاب کیا جبکہ مفتی جمیل احمد نعیمی،صاحبزادہ محمد مسرور احمد نقشبندی،حاجی رفیق برکاتی پردیسی، حاجی حنیف طیب،پروفیسر ڈاکٹر غلام عباس قادری،طارق محبوب، ثروت عجاز قادری،محمد حسین لاکھانی،شاہد غوری،سید ریاست رسول قادری،مفتی غلام نبی فخری،پروفیسر دلاور خاں،حاجی عبداللطیف قادری،عرفان ضیائی،پروفیسر آصف علیمی،خلیفہ پیر عبدالمجید صدیقی، علامہ عاصم نیروی،حاجی وسیم سہروردی،حاجی سہیل سہروردی،حاجی عابد ضیائی قادری،حاجی ادریس سہروردی،حاجی عبدالرزاق تابانی، پروفیسر ڈاکٹر محمد حسن امام،مفتی غلام مرتضی مہروی،مولانا اشرف گورمانی، علامہ عبدالمالک قادری رضوی، قاری عبدالقدیر چشتی،حافظ راشد حسین مسعودی،پیر اعجاز علی نقوی،علامہ حامد علیمی، مولانا سکندر علی صدیقی ودیگر عمائدین معززین شہر نے شرکت کی۔

زیارۃ القبور

مفسرِ اعظم مولانا ابراہیم رضا خاں جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الحمد للہ حمد اکثیر اطیبا دائما مبارك والصلوۃ والسلام علی سیّد المرسلین خاتم النبیین اکرم الاوّلین والاخرین وآلا وصحبه و اولیائه اجمعین۔ امابعد: فقیر کا ارادہ عرصہ سے تھا کہ زیارت قبور کے بارے میں "اشعۃ اللمعات" تصنیف حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۹۰۰ھ) اور "بخاری شریف" و "مسلم شریف" اور دیگر احادیث اور "عینی" وغیرہ میں جو کچھ مذکور ہے، سب کو یکجا کر کے دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے شعبۂ تبلیغ کی طرف سے اس کو شائع کروں۔ هوهذا

بابِ زیارتِ قبور صلحاء واتقیاء

اموات کو پڑوس میں قبور صالحین کے دفن کرنا اور ان کے حضور میں حاضر ہونا سبب برکت و نورانیت وصفا کا ہے اور زیارت مقامات متبرکہ اور وہاں دعا کرنا متوارث ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (تبع تابعی) نے فرمایا کہ قبر موسیٰ کاظم (کاظمین میں ہے) رضی اللہ تعالیٰ عنہ تریاق مجرب ہے، قبولیت دعا کے لیے اور زیارت قبور میں ان اہلِ قبور کا ادب اسی طرح ہوگا جیسا کہ ان کی حالت حیات (ظاہری) میں تھا جیسا کہ کہا طیبی نے کتب فقہ متاخرین میں بعض وجوہ سے اس میں توسیع پائی جاتی ہے (جیسا کہ علامہ شامی نے قبور صالحین پر چادریں ڈالنے کو مستحب لکھا) مختصر یہ کہ زیارت قبور اعمال خیر سے ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم قبور اہلِ بقیع پر تشریف لاتے اور ان کے واسطے دعا و استغفار فرماتے خصوصاً نصف شعبان کی شب میں احادیث متعددہ میں اس کا تذکرہ موجود ہے ایسی زیارت جس میں کوئی بدعت و مکروہ نہ ہو مستحب ہے۔ ابتداًرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور کی ممانعت فرمائی تھی (یہ قبور مشرکین کی ممانعت تھی در حقیقت) اور آخر میں فرمایا پہلے میں کہتا تھا کہ زیارت قبور نہ کرو اب میں کہتا ہوں کرو کہ یہ تذکرۂ آخرت اور باعث بے رغبتیٔ دنیا ہے لیکن عورتوں کے بارے میں بعض فقہاء کا خیال ہے کہ ممانعت باقی ہے، مگر زیارت روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ بعض احادیث میں زیارت قبور کرنے والی عورتوں کے لئے لعنت آئی لیکن بعض فقہا کہتے ہیں کہ یہ ابتداً تھی، پھر بعد کو رخصت آئی اور وہ حدیث لعنت منسوخ ہوگئی اور حکمِ حدیثِ ممانعت عورتوں کے رونے دھونے اور بے صبری کی وجہ سے ہے (تو یہ ان کے اعزّہ کی قبور کے متعلق ہو سکتا ہے جو حال ہی انتقال کیے ہوں)۔

"مسلم شریف" کی حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ السلام نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت فرمائی فرمایا قبور کی زیارت کرو کہ موت یاد آتی ہے اور کہا گیا ہے کہ حضرت حق سبحانہٗ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام پر ایمان لائے پھر انتقال فرماگئے۔ علما نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور حدیث زیارت قبر والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ممانعت استغفار اس سے پہلے ہے (یہ واقعہ احیاءِ والدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد کا ہے، اس لیے علمائے متاخرین نے حضور علیہ السلام کے والدین کو کافر کہنے سے منع فرمایا ہے، حضرت آدم علیہ السلام تک) اور "مشکوٰۃ شریف" میں بیہقی سے مرسلاً یہ حدیث کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اپنے والدین یا ان میں سے ایک کی زیارتِ قبر کرے ہر جمعہ کو بخشا جائے اور لکھا جائے بار (نیکی کرنے والا) اپنے والدین کے لیے اور ان کے لیے استغفار کرنا اور صدقہ کرنا (خیرات کرنا) یہی حکم رکھتا ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قبرستان کو دیکھو تو یوں کہو، "السلام علیکم اھل الدیار من المومنین والمسلین وانا انشاء اللہ بکم لاحقون نسال اللہ لنا ولکم العافیه" ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ گزرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبور مدینہ پر

حضور ﷺ نے اپنا چہرہ مبارک ان کی طرف کیا اور فرمایا "السلام علیکم یا اھل القبور (نداء اھل قبور) یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر" اور مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نصف شعبان کی آخیر شب قبرستان بقیع تشریف لے گئے فرمایا "السلام علیکم دار قوم مومنین وایا کم ماتو عدون غدا موجلون وانا انشاء اللہ بکم لاحقوق" اور اس کے علاوہ اور احادیث سفر السعادۃ (جس کی شرح شیخ محدث دہلوی نے فرمائی) ہے آیۃ الکرسی، سورۃ الاخلاص گیارہ بار معوّذتین، فاتحہ، یٰسین، تبارک الذی، ان کو پڑھنے کے بارے میں بھی (ایصالِ ثواب کے لیے) اخبار و آثار وارد ہوئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے سنا نبی کریم ﷺ سے جب تم میں سے کوئی مر جائے، اس کو مت روکو، اس کو جلدی قبر میں پہنچاؤ اور بعد دفن اس کے سرھانے سورۃ بقرہ الم تا مفلحون اور اس کے پائنتی سورۃ بقرا من الرسول تا آخر پڑھو اور حضرت امام نووی (شارح مسلم تقریباً ۶۰۰ھ) نے کہا۔ "اذکار" میں ہے کہ محمد واحد مروزوی نے کہا کہ ہم نے سنا حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے کہ فرماتے تھے جب تم قبرستان میں جاؤ، تو پڑھو، سورۃ فاتحہ اور معوذتین اور قل ھو اللہ احد اور اس کا ثواب اہل قبور کے لیے کرو، تو پہنچتا ہے ثواب ان کو "مسلم شریف" میں ایک باب ہے، باب ایصال الثواب الی الاموات اس میں ایصالِ ثواب کی احادیث ہیں ان کی شرح میں امام نووی نے لکھا کہ صدقات کا ثواب پہنچتا ہے اور اس سے ان کو نفع ہوتا ہے۔ بالاتفاق (یعنی اس میں کسی کو اختلاف نہیں) اور "مسلم شریف" کے مقدمہ میں بھی۔ اس کا مذکور ہے کہ پس صدقہ کرنا اموات کی طرف سے اس میں کسی کو اختلاف نہیں، اور شعبی سے ہے کہ جب انصار میں سے کوئی مرتا تو اس کی قبر پر آتے جاتے اور قرآن شریف پڑھا کرتے اور سمرقندی نے روایت کیا مرفوعاً، (یعنی حضور اکرم ﷺ سے) اگر گزرے کوئی شخص قبور پر پھر پڑھے، قل ھو اللہ احد دس بار (اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آیا گیارہ بار) پھر دے اس کا ثواب اموات کو تو دیا جائے ہر موتیٰ (مردے) کو پورا پورا (یعنی تقسیم نہ ہو) اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آیا "اور ملے اس پڑھنے والے اور ایصالِ ثواب کرنے والے کو اتنا گنا جتنا تمام اموات کو پہنچا" حضرت حماد مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں مقابر مکہ میں گیا اور اپنا سر ایک قبر پر رکھا تو دیکھا اہلِ قبور جمع ہیں اور حلقہ در حلقہ بیٹھے ہوئے ہیں میں نے کہا شاید قیامت قائم ہوئی تو بولے نہیں ہمارے بھائیوں میں سے ایک نے سورۃ قل ھو اللہ کا ثواب بھیجا ہے اس کو باہم تقسیم کر رہے ہیں شروع سال سے اور اخبار و آثار (احادیث) بہت ہیں اور بالکل صاف و واضح بخوف طوالت ان کا ذکر چھوڑ دیا پس ان کا مجموعہ اگرچہ بعض ان میں سے ضعیف ہوں لیکن دلالت کرتا ہے کہ ان کی اصل ہے اور ہمیشہ ہر زمانہ میں اور ہر شہر میں مسلمان اموات کے لیے قرآن پڑھتے ہیں، کسی نے اس کا انکار کبھی نہیں کیا تو یہ اجماع ہو گیا (اور اجماعِ اُمت کا انکار کفر ہے) اور حافظ شمس الدین ابن عبدالواحد مقدسی حنبلی نے اپنی کتاب "اجزاء" میں لکھا کہ حضرت جلال الدین سیوطی نے کہا کہ قرآن پڑھنا قبر پر ہمارے اصحاب اس کی مشروعیت پر یقین رکھتے ہیں امام نووی نے "شرح مسلم" میں لکھا کہ مستحب ہے زائر قبور کے لیے قرآن کا پڑھنا جو اس کے لیے آسان ہو دوسری جگہ کہا کہ ختم قرآن قبر کے نزدیک افضل ہے اور امام نووی نے زیارت قبر کی کئی اقسام کی ہیں:

(۱) آخرت کی یاد اور موت کا خیال تو یہ ہر قبر سے خواہ مسلمان کی ہو یا کافر کی۔

(۲) دُعا کرنے کے لیے تو یہ مسنون ہے (سنت صحابہ ہے) مسلمان کی قبر کے لیے مخصوص۔

(۳) تبرک کے لیے تو یہ مسنون ہے (سنت صحابہ ہے) اہل خیر کی قبور کے لیے اس لیے کہ عالم برزخ میں ان کو تصرفات واختیارات ہیں اور برکات بے شمار اور مودہائے بے انتہا (یاعباد اللہ اعینونی یاعباد اللہ اعینونی) "اے اللہ کے بندو میری مدد کرو"۔ صحیح حدیث میں حل مشکلات کے لیے تعلیم فرمایا ہے۔

(۴) یا ادائے حق ہو جیسے دوست یا اقربا ابی نعیم نے روایت کیا جو زیارت کرے قبر والدین کی یا ان میں سے ایک کی جمعہ کے دن روایت بیہقی میں آیا بخشا جائے اور اس کے لیے لکھی جائے برأت (آگ سے)۔

(۵) یا رحمت کے لیے اور حدیث صحیح ہے "نہیں ہے کوئی شخص جو گزرتا ہے اپنے مومن بھائی کی قبر پر کہ اس کو سلام کرتا ہے مگر یہ کہ وہ اس کو پہچانتا ہے اور جواب سلام دیتا ہے" (تو اگر اس سے دُعا کرائیں اور اس کے لیے دعا کریں جیسا اس کی حالت حیات میں کرتے تھے) یہ سب جائز و درست ہے، یہ سب "مرقاۃ" ملا علی قاری سے منقول ہوا۔

بیہقی نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال بتاریخ وفات شہداء احد قبور شہداء احد پر جایا کرتے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے تو بآواز بلند فرماتے "سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار" پھر اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں ہر سال احد پر تشریف لاتے اور پھر ہر سال اپنے زمانہ خلافت میں حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی آتے رہے اور فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ ہر جمعہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر آیا کرتی تھیں اور حضرت عائشہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی قبر پر جایا کرتی تھیں۔ (عینی شرح بخاری)۔ نیز اُحد پر آتی تھیں اور دعا کرتی تھیں اور حضرت سعد بن و قاص شہداءِ اُحد پر سلام کرتے تھے اور اپنے ساتھ والوں سے کہتے تھے کہ تم کیوں نہیں سلام کرتے ہو اس قوم پر کہ جو تم کو جواب سلام دے گی یہ "شرح الصدور" میں جلال الدین سیوطی نے لکھا اور حضرت ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زیارت قبر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے آتی تھیں اور اصلاح و مرمت قبر کی کرتی تھیں اور علامت کے لیے ایک پتھر قبر شریف پر حضرت فاطمہ نے رکھا تھا (جیسا رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون کی قبر پر رکھا تھا) اور یہ فرمایا تھا کہ یہ اس لیے کہ ان کی قبر ہم پہچانیں اور ان کے رشتہ داروں کو ان کے پاس دفن کریں اور حاکم نے امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہر جمعہ کو حضرت حمزہ کی قبر پر جاتیں اور وہاں نماز پڑھتیں اور روتیں اور دوسری روایت میں آیا کہ ہر دو تین دن کے بعد شہداء احد کی قبروں پر جاتیں اور نماز پڑھتیں اور ان سے دُعا کراتیں اور روتیں یہ "جذب القلوب" میں ہے اور حضرت فاطمہ خزاعیہ کہ وہ کہتی ہیں کہ میں اپنی بہن کے ساتھ غروب آفتاب کے بعد شہداء احد پر تھی میں نے کہا "چلو! حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر سلام کریں اس نے کہا "ہاں" "پس ہم کھڑے ہوئے قبر پر اور ہم نے کہا "السلام علیکم یا عم رسول اللہ" تو سنا ہم نے "وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ" اور وہاں ہمارے سوا کوئی دوسرا شخص نہ تھا اور روایت کیا ابن ابی الدنیا نے اور ابو نعیم نے اور بیہقی نے عطا بن یسار سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے "کیا حال ہو گا تمہارا اے عمر جب تم مرو گے اور دفن کیے جاؤ گے اور تمہاری قبر پر مٹی ڈالی جائے گی اور لوگ واپس جائیں گے اور منکر نکیر آئیں گے ان کی آواز گرجدار ہو گی اور ان کی آنکھیں ہیبت ڈالیں گی ہلائیں گے تجھے بس کیا ہو گا تیرا حال اس وقت اے عمر" عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ کیا اس وقت مجھے عقل ہو گی؟" حضور ﷺ نے فرمایا "ہاں" تو عرض کیا "میں ان سے کفایت کر لوں گا۔" یہ "شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور" مولانا جلال الدین سیوطی میں ہے اور مستحب ہے وقت سلام میت پر کہ منہ اپنا میت کی طرف کرے اور دُعا کرتے وقت بھی (اپنے لیے یا میت کے لیے) میت کی طرف منہ رکھے اور اسی پر عمل ہے تمام مسلمانوں کا مظہری نے کہا زیارت میت مثل زیارت حیات کے ہے اس کی طرف متوجہ ہو پس اگر تھی وہ میت حالت حیات میں معظم بزرگ تو اس سے ویسے ہی برتاؤ کرے یعنی اس سے دور جا کر بیٹھے اور کچھ فاصلہ پر کھڑا ہو اور اگر اس کی حالت حیات ظاہری میں اس کے نزدیک بیٹھا تھا تو نزدیک بیٹھے اور نزدیک کھڑا ہو اور وقت زیارت پڑھے سورۃ الفاتحہ اور قل ہو اللہ احد تین بار، پھر دُعا کرے اس کے لیے (یا اپنے لیے اس کے توسط سے) اور نہ چھوئے قبر کو اور نہ بوسہ دے کہ یہ عادت نصاریٰ ہے اور کہا بعض علما نے کہ کوئی حرج نہیں ہے بوسہ دینے میں والدین کی قبر کو یہ "مرقاۃ" میں ہے اور قبر شیخ اور قبر استاد اور قبور اولیائے کرام مثل قبور والدین کے ہیں بلکہ ان سے بھی افضل ہے اور "کنز" میں کہا ہے کہ زیارت قبور مستحب ہے۔ ہر ہفتہ خصوصاً تین دن پیر، جمعہ اور جمعرات پس جب چاہے کہ زیارت کرے تو دو رکعت اپنے گھر میں پڑھے اور ہر رکعت میں آیۃ الکرسی ایک بار اور

سورۃ اخلاص تین بار بعد فاتحہ کے پڑھے اور ثواب اس کا اس کی روح کو بخشے تو حق تعالیٰ اس کی قبر کو منور کرے گا اور اس کے پڑھنے والے کو بھی بہت زیادہ ثواب ہو گا۔ راستہ میں کسی بیکار بات میں مشغول نہ ہو (ذکر اور قراءتِ قرآن کرتا جائے) جب مقبرہ میں پہنچے تو جوتیاں اُتارے (تعظیماً) اور پائنتی کی طرف سے جائے سر کی طرف سے نہ جائے، جیسا "فتح القدیر" میں ہے (یہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہے) اور متبرک راتوں میں جیسے شب برأت اور متبرک زمانہ ذی الحجہ کے دس دن اور دونوں عیدیں اور عاشورہ (دسویں محرم) متوجہ ہو میت کی طرف اور یوں کہے "السلام علیکم یغفر اللہ لنا ولکم انتم لنا سلف ونحن لکم خلف" اور اگر شہید ہو تو کہے "السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور اگر مقبرہ مخلوط ہو کفار کے ساتھ تو کہے "علی من اتبع الھدی" اور اس کے بعد کہے "نسال اللہ لنا ولکم العافیہ"

زیارت روضۂ اطہر حضور پُر نور شافع یوم النشور ﷺ

اسی کنز میں ہے جب حضور ﷺ کی قبر شریف پر حاضر ہو تو قبلہ کی طرف پیٹھ کرے اور حضور ﷺ کی طرف منہ کرے آواز پست رکھے اور نظریں نیچی یہ حضور ﷺ کی عظمت کے لیے کرے اور پھر کہے "السلام علیك یا رسول اللہ السلام علیك یا نبی اللہ" وغیرہ وغیرہ اگر کسی نے سلام کہلوایا ہو تو "السلام علیك یا رسول اللہ من فلان بن فلان" کہے زیارت قبور اولیا پر کہے "السلام علیك ورحمۃ اللہ یاولی اللہ جزاکم اللہ عنا خیر ماجزی ولیا من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم" زیارتِ قبور سادات پر کہے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جزاکم اللہ عنا خیر ماجزی ولد نبی عن امۃ محمد نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" زیارت قبور علما پر کہے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یایھا العلمآء رضی اللہ عنکم جزاکم اللہ عنا خیر ماجزی عالما من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم" اور زیارت قبر استاد میں کہے بعد سلام کے "جزاك اللہ عنا خیر ماجزی استاذ أمن تلامذتہ" یہ "خزانہ الجلالی" میں ہے اور مستحب ہے کہ زندہ شخص اپنی دُعا کو میت کے لیے مقدم کرے (اس کی دعا پر اپنے لیے) جیسے کہ "حصن حصین" کی شرح میں ہے، تو فاتحہ اور آیۃ الکرسی پڑھے اور حدیث میں ہے کہ اگر مومن آیۃ الکرسی پڑھے اور اس کا ثواب اہلِ قبور کے لیے کرے تو خدائے تعالیٰ ہر میت کی قبر میں مشرق سے مغرب تک ثواب داخل فرماتا ہے اور قبر کو کشادہ کر دیتا ہے اور ہر میت کے درجہ کو بلند کر دیتا ہے۔ اور پیدا فرماتا ہے خدا تعالیٰ ہر حرف کے عوض فرشتہ کو کہ تسبیح کرتا ہے اس کے لیے قیامت تک تو اذازلزلت اور سورۃ تکاثر اور سورۃ اخلاص سات یا دس بار پڑھے اور حدیث میں ہے کہ اگر کوئی شخص ماں باپ کی قبر پر فاتحہ اور قل ہو اللہ سات بار یا دس بار پڑھے، تو حق تعالیٰ ان کی قبروں کو منور کر دے گا ستر نُوروں کے ساتھ قیامت تک اور اگر چاہے تو سورۃ یٰسین اور سورۃ ملک بھی پڑھے اور حدیث میں ہے کہ جو زیارت قبر کرے اور یوں کہے "اللّٰھم انی اسئلك بحق محمد وآل محمد ان لا تعذب لھذ المیت" تو حق تعالیٰ قیامت تک اس قبر سے عذاب کو اُٹھالے گا اور گل وریحان کا قبر پر رکھنا اچھا ہے کہ جب تک تر ہے تسبیح کرتا ہے اور میت کو اس کے اُنس ہوتا ہے اور اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ اگر قبر پر گھاس اگی ہو تو اسے دور نہ کریں، جتنی گھاس سبز ہو گی اثر رحمت زیادہ ہو گا یہ "فتاویٰ براہینہ" میں ہے۔

سبزہ و گل کا قبر پر رکھنا:

حضرت بریدہ سلمی نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر کھجوروں کی دو شاخیں لگادی جائیں جیسا انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ دو شاخیں حضور ﷺ نے دو قبروں پر گاڑدی تھیں، اقتداء کی انہوں نے آنحضرت ﷺ کی مغفرت کی اُمید پر حدیث بیان کی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ گزرے نبی ﷺ دو قبروں پر جو عذاب دیے جارہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کو کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا ان میں سے ایک چغلخوری کیا کرتا اور دوسرا پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا، پھر حضور ﷺ نے کھجور کی ایک تر شاخ لی اس کو درمیان میں سے چیر کر دونوں قبروں میں گاڑ دیا، لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ایسا کیوں کیا آپ ﷺ نے فرمایا جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہو نگی، ان کو تخفیف عذاب ہو گی حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے "اشعۃ اللمعات" میں لکھا قبروں پر پھول ڈالنا جو ہمارے زمانہ میں متعارف ہے اس کی یہی سند

ہے "مشکوٰۃ شریف" میں "مسلم شریف" کی یہ حدیث محمد بن نعمان سے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص زیارت کرے اپنے والدین کی قبر یا ان میں سے ایک کی تو بخشا جائیگا اور لکھا جائے گا بر نیکی کرنے والا والدین سے۔

زیارت قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم:

"مشکٰوۃ شریف" میں یہ حدیث ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں حاضر تھے، تو حضور ﷺ کا مذکور ہوا تو آپ نے کہا حضور ﷺ کی قبر شریف پر ستر ہزار فرشتے صبح اور ستر ہزار شام کو آتے ہیں قبر شریف کا طواف کرتے ہیں تو جو لوگ زیارت قبر شریف کے لیے سفر کو ناجائز و حرام و شرک بتاتے ہیں وہ ان فرشتوں کی نسبت کیا کہیں گے کہ جو روز انہ لاکھوں کروڑوں میل کا سفر کر کے حاضری دیتے ہیں اور "مسند امام اعظم" کی حدیث ہے کہ سنت صحابہ سے ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ کی قبر شریف پر حاضر ہوا اور قبلہ کی طرف پیٹھ اور حضور ﷺ کی طرف منہ کرے اوریوں عرض کرے "السلام علیك ایها النبی و رحمة الله وبرکاته"

قبر والدین کو بوسہ دینا:

کتب فقہ میں مادر و پدر کی قبر کو بوسہ دینا جائز کہا ہے ایسا ہی "مرقاۃ" ملا علی قاری اور "شرح مشکوٰۃ" حضرت شیخ محدث دہلوی میں مذکور ہے حضرت بندگی مخدوم نے قبر شریف کے بوسہ دینے کے بارے میں ذکر کیا کہ قبر کو بوسہ دینا اور اس پر ہاتھ رکھنا نہیں آیا ہے، مگر ماں باپ اور استاد کی قبر اگر بوسہ دے جائز رکھا ہے اگر کسی بزرگ کی بزرگان دین میں سے قبر کو بوسہ دے تو وہ بھی درست ہے کیونکہ وہ بھی پدر معنوی ہے (معدن المعانی) اور کوئی حرج نہیں ہے مادر پدر کی قبر کو بوسہ دینے میں جیسا کہ ذکر کیا گیا۔ "کفایہ" میں ہے کہ ایک شخص آیا حضور ﷺ کی خدمت میں تو عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں قسم کھاتا ہوں کہ میں بوسہ دوں بہشت کے آستانہ کو اور حور عین کو تو فرمایا تو بوسہ دے ماں باپ کے قدم پر اور باپ کی پیشانی پر اس نے کہا اگر نہ ہوں میرے ماں باپ تو حضور ﷺ نے فرمایا بوسہ دے ان کی قبر کو تو کہا اس نے اگر نہ پہچانوں ماں باپ کی قبر تو حضور ﷺ نے فرمایا کھینچ دو خط اور فرض کر ایک کو ماں کی قبر اور ایک کو باپ کی قبر اور ان کو بوسہ دے پس حانث نہ ہو گا اپنی قسم میں کہا گیا ہے کہ قبر پر ہاتھ رکھنا سنت یا مستحب نہیں، لیکن ہم اس میں کوئی حرج بھی نہیں جانتے اور "عین الائمہ کرباسی" میں کہا ایسا ہی ہم نے پایا سلف صالحین سے یہ "فتاویٰ غنیۃ" میں ہے۔

اموات زائرین کو جانتی پہچانتی ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے "مشکوٰۃ شریف" میں روایت ہے میں داخل ہوتی تھی اپنے گھر میں جس میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون تھے اور اپنی چادر اُتار دیا کرتی تھی میں کہتی تھی کہ یہ میرے شوہر ہیں یہ میرے باپ ہیں (ان سے کیا حجاب ہے) پھر جب مدفون ہوئے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو قسم خدا کی نہیں داخل ہوئی میں مگر اپنے کپڑے خوب اوڑھ کر روایت کیا اس کو احمد نے حضرت شیخ نے اس کی شرح میں لکھا کہ اس حدیث میں کھلی ہوئی دلیل ہے میت کی حیات پر اور اس کے علم پر اور جو کچھ کہ واجب ہے میت کا احترام اس کی زیارت کے وقت (بالکل ایسا ہی معاملہ جیسا اس کی حیاتِ ظاہر میں کیا جاتا تھا) خصوصاً صالحین کو مدد بلیغ ہے زیارت کنندگان کے لیے حضرت ابو سعید سے حدیث ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جبکہ رکھا جاتا ہے جنازہ اور اٹھاتے ہیں اس کو لوگ اپنی گردنوں پر تو اگر صالح ہوتا ہے، تو کہتا ہے مجھے جلد لے چلو (حضرت شیخ نے لکھا کہ اسناد قول کی جنازہ کی طرف مجازی ہے اور قائل روح ہے) اور اگر ہوتا ہے، غیر صالح تو کہتا ہے اپنے گھر والوں سے ارے خرابی ہو کہاں لیے جارہے ہو سنتی ہے اس کی آواز کو ہر چیز مگر انسان اگر انسان سنے تو ہلاک ہو جائے روایت کیا اس کو بخاری نے روایت کیا ہے ابن سندہ نے ابو نصر نیشاپوری سے اور وہ صالح و پرہیز گار تھے کھودی میں نے ایک قبر ناگاہ وہاں قبر تھی تو میں نے دیکھا اس میں جوان خوب رو خوشبو خوش جامہ اس کی گود میں قرآن شریف رکھا ہوا خط سبز سے لکھا ہوا اس نے پوچھا کیا قیامت برپا ہو چکی میں نے کہا کہ نہیں تو کہا کہ قبر کو ایسے ہی بند کر دو۔

(اشعتہ اللمعات شرح مشکوۃ باب زیارت القبور کی عبارت)

زیارت قبور مستحب ہے بالاتفاق اور مدد چاہنا اہلِ قبور سے سوائے

نبی ﷺ کے اس کا انکار کیا ہے بعض فقہا نے اور کہتے ہیں کہ نہیں ہے زیارت مگر دعائے موتیٰ کے لیے اور استغفار کے لیے اور نفع پہنچانے کے لیے ان کو تلاوت قرآن سے اور دُعا و استغفار سے اور بعض فقہا نے اور مشائخ وصوفیا نے کہ (عارفان اسرار حقیقت ہیں) اس کو ثابت کیا ہے اور یہ بات محقق و مقدر رہے اہلِ کشف و کمال کے نزدیک ان میں سے بہت سوں کو فیوض و فتوح ارواح سے پہنچا ہے ان کو اصطلاح میں اویسی کہتے ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ قبر موسیٰ کاظم تریاق مجرب ہے قبولیت دعا کے لیے اور حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جس سے مدد چاہی جاتی ہے حیاتِ ظاہری میں اسی سے مدد چاہی جاتی ہے بعد اس کے انتقال کے اور مشائخ عظام میں سے ایک نے کہا ہے کہ میں نے چار مشائخ کو دیکھا کہ اپنی قبور میں ایسے تصرفات کر رہے ہیں جیسے اپنی حیات میں کیا کرتے تھے یا اس سے بھی زائد شیخ معروف کرخی، شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور دو اولیاء کرام میں سے اور یہاں مقصود حصر نہیں اور سیدی احمد بن مرزوق کہ اعظم فقہا علما و مشائخ دیار مغرب سے ہیں نے کہا ہے کہ مجھ سے شیخ ابن العباس حضرمی نے دریافت کیا کہ امداد حی قوی تر ہے یا امداد میت کہا لوگ کہتے ہیں کہ امداد حی قوی تر ہے اور میں کہتا ہوں امداد میت قوی تر ہے تو شیخ نے کہا بے شک اس لیے کہ وہ حضور حق تعالیٰ میں ہے اور منقول اس بارے میں ان صاحبان سے اس قدر ہے کہ جس کا شمار نہیں ہو سکتا اور کتاب و سنت و اقوال سلف میں کوئی چیز اس کے خلاف نہیں جو اس کا ردو انکار ہو تو اس کا رد و انکار بدعت مخترعہ محدثہ ہے اور آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ روح باقی ہے اور اس کو احوال زائران کا شعور ہوتا ہے اور ارواح کاملان کو قرب حضرت حق سے ثابت ہے جیسا کہ حیاتِ ظاہری میں تھا یا اس سے بھی زائد اور اولیائے کرام کو کرامات و تصرفات میں حاصل ہے اور یہ نہیں ہے مگر ان کی ارواح کے لیے اور متصرف حقیقی نہیں ہے مگر خدا عزوجل اور یہ سب کچھ اس کی قدرت سے ہے اور یہ جماعت فانی ہے جلال حق میں اپنی حیات و ممات میں پس اگر کسی کو کچھ ہے ان کی وساطت سے بوجہ ان کی دوستی کے اور مرتبہ جو ان کو حضرت حق جل جلالہ میں ہے یہ کچھ دور نہیں نہ بعید از فہم ہے، (مگر آنانکہ فہم ندارند) جیسا کہ حالت حیات ظاہری میں تھا اور نہیں ہے حقیقۃً فعل و تصرف مگر حق تعالیٰ کا اور دونوں حالت میں یکساں ہیں اور تفریق پر کوئی دلیل نہیں (ختم ہوئی عبارت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) بعض بے عقل اپنی طرف سے دونوں حالتوں میں فرق کرتے ہیں ایک کو جائز اور دوسری کو بدعت و شرک قرار دیتے ہیں، حالانکہ جو چیز غیر خدا کے لیے نہیں اس میں حی و میت و غائب و حاضر یکساں ہے۔

"کیمیائے سعادت" میں ہے امام غزالی نے فرمایا محال نہ جانو کہ ہمیں ان کی خبر ہو اور انہیں ہماری جیسا خواب میں دیکھتے ہو اور خواب میں اموات کو دیکھا جانا اچھے اور برے حال سے یہ دلیل عظیم ہے ان کی زندگی اخروی پر نعمت میں ہیں یا عذاب میں اور بالکل فنا و نیست نہیں ہوتے ہیں جیسا کہ یہ آیۃ کریمہ "ولا تحسبن الذین قتلوافی سبیل اللہ امواتا بل احیآء عند ربھم یرزقون فرحین بما اتھم اللہ من فضلہ ط"

"تفسیر عزیزی" میں ہے جاننا چاہیے کہ استعانت غیر اللہ سے اس طور پر کہ اس کو مستقل بالذات جانیں اور مظہر عون الٰہی نہ جانیں سخت حرام ہے اور اگر التفات و توجہ صرف حق ہی کی طرف ہے اور اولیا کو مظہر عون الٰہی اور نظر کارخانہ اسباب پر کریں یعنی سبب حصول عون جانیں (کہ یہ یکساں ہے، حی و میت میں) تو معرفت سے دُور نہ ہو گا اور شرعاً بھی جائز و روا انبیا و اولیا نے یہی استعانت بلغیر کی ہے اور یہ استعانت بلغیر نہیں، بلکہ استعانت باللہ ہی ہے۔

اسی میں ہے روح کا علاقہ بدن سے نظر و عنایت کے ساتھ باقی رہتا ہے اور توجہ روح کی زائرین و متانسین و مستفیدین سے بسہولت ہوتی ہے کہ بسبب مکان مقرر ہونے کے (یعنی قبر) جگہ روح کی متعین ہے اور اس عالم سے فاتحہ و صدقات و تلاوت قرآن جہاں اس کا مدفن ہے بسہولت نفع بخش ہوتی ہے اور بدن کا جلا دینا (جیسا کہ غیر مسلم کرتے ہیں) گویا روح کو بغیر مکان کے کر دینا ہے اور دفن کرنا روح کا مسکن بنانا ہے اس لیے اولیا اللہ سے اور صلحاء مومنین سے انتفاع و استفادہ جاری ہے اور ان کو بھی (فاتحہ و ایصالِ ثواب) فائدہ متصور و معلوم۔ (تفسیر عزیزی)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب زائر قبر پر آتا ہے اس کے نفس کو قبر سے ایک تعلق خاص حاصل ہوتا ہے جیسا صاحب قبر کو ہے قبر سے اس اشتراک کی وجہ سے دونوں نفوس کو ایک تعلق معنوی حاصل ہوتا ہے اور علاقہ مخصوص باہم تو اگر نفس زائر قوی ہے (ولی وصالح ہے) تو صاحب قبر کو نفع ہوتا ہے (فاتحہ وصدقات دُعا و استغفار سے) اور اگر اس کا عکس ہوتا ہے تو فائدہ ہوتا ہے زائر کو تو یہ بات قابل غور ہے اور سمجھنے کے لائق ہے اور "شرح مقاصد" میں ذکر کیا گیا نفع حاصل ہوتا ہے زیارت قبور سے اور استعانت سے نفوس اخیار سے جو انتقال کر چکے ہیں اس قبر کی وساطت سے جس سے دونوں نفوس کو تعلق ہے علامتاً ایسا ہی ہے "کشف الغطا" میں اور "زاداللبیب فی سر الحبیب" میں۔

استمداد از اولیاء:

اور نہیں ہے صورت استمداد کی مگر یہی کہ حاجتمند طلب کرے اپنی حاجت کو اللہ تعالیٰ سے بتوسل روحانیت بندہ مقرب ومکرم درگاہ والا (صاحب قبر) اور کہے خداوند! برکت اس بندہ کے جس پر تو نے اپنا رحم وکرم فرمایا ہے میری حاجت براری فرمایا ندا کرے اس بندہ کو کہ اے بندۂ خدا ولیٔ خدا ندا غیر اللہ کی ممانعت اس صورت میں ہے کہ غیر خدا کو خدا سمجھ کر مت پکارو (بندۂ خدا کہا تو کیا شرک ہوا؟) میری شفاعت کر اور میرے لیے دُعائے خیر کر تا کہ حق تعالیٰ میری فلاں حاجت پوری فرمائے تو نہیں ہے بندہ، مگر وسیلہ اور خدا دینے والا اور حاجت براری کرنے والا ہے تو اس میں کونسا شائبہ شرک ہے؟ جیسا منکروں نے وہم کیا ہے جب طلب دعا توسل، محبوبان خدا سے حالت حیات میں درست ہے، تو بعد انتقال کیا حرج ہوا اور ان دونوں میں کیا فرق ہے جبکہ ارواح کو کمال ہے اس سے زیادہ کہ ابدان میں تھے "شرح مشکوٰۃ شریف" میں چند جگہ اس کی بحث موجود اور امام سیوطی نے مفصل "شرح الصدور" میں لکھا۔

حرمت وادب قبر:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے میت کی ہڈی توڑنا ایسا ہے، جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا ابن عبدالبر نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کو ایذا ہوتی ہے جس سے حی کو ایذا ہوتی ہے اور لازم آیا کہ میت کو لذت ہوتی ہے اس سے جس سے حی کو لذت ہوتی ہے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہ حالت نزع میں تھے اپنے صاحبزادہ سے کہا، جب میں مر جاؤں کوئی رونے والی یا آگ میرے جنازہ کے ساتھ نہ ہو۔ جب مجھے دفن کر چکو تو نرمی سے میرے اُوپر مٹی ڈالو (اس سے معلوم ہوا کہ میت کو الم ہوتا ہے) جیسے سے زندہ کو ہوتا ہے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا دیکھا مجھے نبی کریم ﷺ نے قبر سے تکیہ لگائے ہوئے تو فرمایا مت ایذا دے صاحب قبر کو (بوجہ اہانت واستخفاف) رواہ احمد۔ وعن ابی ہریرۃ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے آگ پر بیٹھنا کہ کپڑے جل جائیں اور کھال جل جائے اس سے بہتر ہے کہ آدمی قبر پر (چڑھ کر) بیٹھے۔

جلال الدین سیوطی "کشف الصدور" میں بروایت عقبہ بن عامر صحابی لکھتے ہیں اگر میں آگ پر قدم رکھوں یا تیز ہوا پر قدم رکھوں کہ پیر جل جائے اور کٹ جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ میں قبر پر کسی مردہ کے قدم رکھوں اور برابر ہے میرے نزدیک بازار میں پیشاب کرنا یا کسی قبر کے سامنے پیشاب کرنا یعنی برہنگی وبے شرمی کی وجہ سے ابن ابی الدنیا سلیم سے روایت کرتے ہیں، کچھ لوگ قبرستان گئے ایک صاحب کو سخت حاجت پیشاب کی ہوئی کسی نے کہا کر لیجئے تو جواب دیا سبحان اللہ میں حیاء کرتا ہوں اہل قبور سے۔ جیسا کہ حیا کرتا ہوں تم سب سے یہ سب "شرح مشکوٰۃ" میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ملا علی قاری نے "مرقاۃ" میں لکھا ابو قلابہ نے کہا میں شام سے بصرہ گیا وضو کرکے ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا خواب میں صاحب قبر کو دیکھا کہ شکایت کرتے ہیں تم نے مجھے ایذا دی (اشعۃ اللمعات)۔

زیارت قبور علا مثل زیارت زندہ کے ہے سامنے آنے میں اور حرمت واجب میں قبر کی طرف پاؤں نہ پھیلائے اور قبر کی طرف پیٹھ نہ کرے نہ ہنسے نہ فحش کہے جیسے بزرگوں کے حضور کرتے ہیں، مؤدب بیٹھے سر جھکا کر جیسے شاگرد استاد کے سامنے مرید پیر کے سامنے (زاداللبیب)۔

ادب تاجیست از لطف الٰہی
بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی!

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب
بے ادب خود را نہ تنہا داشت بد
بلکہ آفت در ہمہ آفاق زد
قول ایشاں مابشر ایشاں بشر
ماؤ ایشاں بستہ خوابیم و خور
کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

میں خدا سے توفیق ادب کی چاہتا ہوں کہ بے ادب فضل رب سے محروم ہے بے ادب اپنے ہی کو صرف بد نہیں رکھتا بلکہ اس کا فتنہ ہر طرف پھیلتا ہے یہ ایسا کہتے ہیں "ہم بشر ہیں وہ بھی بشر ہیں ہم اور وہ کھاتے پیتے ہیں" تو بزرگوں اور پاکوں کو اپنے اوپر قیاس مت کرو اگرچہ لکھنے میں شیر اور شیر ایک ہی طرح لکھا جاتا ہے ایک تو آدمی کو کھا لیتا ہے اور دوسرا وہ ہے آدمی جس کو پی جاتا ہے یعنی دودھ۔ (مثنوی مولانا روم)

اَرواح کا اپنے گھروں پر آنا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ارواح مومنین ومنات اپنے گھروں پر آیا کرتی ہیں ہر شب جمعہ اور روز جمعہ اور ہر عید کے دن اور دسویں محرم اور شب برأت میں تو کھڑی ہوتی ہیں اپنے گھروں کے دروازوں پر اور غمگین آواز سے پکارتی ہیں اے ہمارے اہل واولادواقربا ہم پر رحم کرو صدقہ دے کر ہمیں مت بھول جاؤ۔ ہماری غربت پر رحم کرو ہماری تنگی قبر و غم وراز واحتیاج سخت پر رحم کرو یہ مال جو تمہارے پاس ہے اگر ہم خرچ کر دیتے تو تمہارے پاس نہ ہوتا اور ہم اس کے بارہ میں سوال نہ کیے جاتے اور عذاب نہ دیے جاتے، پھر مایوس ہو کر بددعا کرتی ہوئی واپس جاتی ہیں اے خدا محروم کرا نہیں ایسا ہی جیسا انہوں نے ہمیں محروم کیا دُعاو صدقہ وخیرات (ایصال ثواب) سے اور صدقہ کیا ہے؟ تو حدیث میں آیا "کل معروف صدقۃ" ہر بھلائی ہر نیکی صدقہ ہے تسبیح صدقہ ہے تحمید صدقہ ہے کلمہ طیبہ صدقہ ہے اور صدقہ غضب رب کو بجھا دیتا ہے اس بھی زیادہ جتنا آگ پانی کو احادیث میں آیا نصف قرآن کے برابر جب صدقات کا ایصال ثواب ہو تو یہ غضب رب کو بجھا دیتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ جتنا آگ پانی کو اس کو بدعت کہنا بدعت، بدعتِ ممنوعہ وہ ہے، جو قواعد شرعیہ کے خلاف ہو جس سے کوئی سنت یا احکام شرع میں سے کوئی حکم بدل جائے "مسلم شریف" کے باب ایصال الثواب الی الاموات میں دیکھ لو، ایصال ثواب کی کتنی مثالیں موجود ہیں۔

اور "وقائق الاخبار" میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث ہے مختصراً میت کہتی ہے، اے وارثو تمہیں قسم ہے، خدا تعالیٰ کی میں نے کثیر مال جمع کیا اور تمہارے لیے چھوڑ دیا تم ہمیں مت بھول جانا اپنی روٹی کے ٹکڑوں سے میں نے تمہیں قرآن پڑھایا، تو مت بھول جانا مجھے، اپنی دعاؤں سے اور ابو قلابہ سے ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا قبرستان میں کہ بعض ارواح کے سامنے نور کے طبق ہیں اور بعض کے آگے نہیں، تو وجہ پوچھی تو کہا میرا بیٹا ہے غیر صالح نہیں دعا کرتا ہے میرے لیے اور نہیں صدقہ کرتا ہے میری طرف سے اس لیے میرے لیے نور نہیں اور میں شرمندہ ہوں اپنے پڑوسیوں کے درمیان تو ابو قلابہ نے اس کے بیٹے کو اس کی خبر دی تو اس کے بیٹے نے توبہ کی اور اس کے لیے صدقہ کیا، تو پھر ابو قلابہ نے اس میت کو خواب میں دیکھا کہ اس کے لیے نور ہے، آفتاب سے زیادہ تو اس میت نے کہا اے ابو قلابہ خدا تعالیٰ تمہیں توفیق اور جزائے خیر دے، میں تیری وجہ سے آگ سے آزاد ہوا اور شرمندگی سے جو مجھے اپنے جیران (پڑوسی) سے تھی اور روضہ کے اندر ذکر کیا ہے کھڑی ہوتی ہیں یہ ارواح اپنے گھروں کے دروازہ پر کہتی ہیں آیا کوئی ہے جو ہمیں یاد کرے ہم پر رحم کرے اے رہنے والے ہمارے گھروں میں اور اے آرام اُٹھانے والے ہماری چیزوں سے کہ ان چیزوں کی وجہ سے ہم بدبخت ہوئے اے رہنے والے ہمارے کشادہ مکانوں میں ہم تنگ قبروں میں ہیں اے ذلیل رکھنے والے ہماری اولادوں کو اے وہ جنہوں نے نکاح کیا ہے ہماری عورتوں سے آیا کوئی ہے جو فکر کرے ہماری اس مصیبت و سختی میں ہمارے نامۂ اعمال لپٹے گئے، تمہارے کھلے ہوئے ہیں روایت کیا ابو نعیم نے لیث بن سعد سے کہ ایک شخص شہید ہو گیا اہلِ شام سے ہر شب جمعہ کو اپنے والد کے خواب میں آتا، ایک شب نہ آیا تو والد نے اس سے کہا کہ پچھلے جمعہ تم نہ آئے جس سے مجھے بڑا افسوس ہوا تو کہا کہ شہدا کو حکم ہوا تھا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کا پس میں ان کی ملاقات کو گیا تھا اور یہ وقت موت کا تھا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی ایسا ہی ہے

"شرح الصدور" میں جلال الدین سیوطی سے اور "کنزالعباد"، "خزانۃ الروایات"، "زاداللبیب"، "کشف الغطا" اور "حیرۃ الفقہا" میں۔

فضائل صدقات:

عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس نے کہ صدقہ دیا ایک چھوارے کے برابر پاک سب سے اور نہیں قبول کرتا ہے اللہ، مگر طیب کو تو اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے اپنے دہنے ہاتھ میں پھر اس صدقہ کی پرورش کرتا ہے صاحب صدقہ کے لیے یہاں تک کہ ہو جاتا ہے، وہ پہاڑ کی برابر جیسے کہ کوئی شخص پرورش کرتا ہے اپنے گھوڑے کے بچھڑے (متفق علیہ) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے صدقہ رب کے غضب کو سرد کر دیتا ہے اور دور کرتا ہے بری موت کو یہ اشارہ ہے سلامتی وعافیت کا دنیاو آخرت میں اور سلامتی ایمان وقت موت روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

اموات کو ایصال ثواب:

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ عرض کی یارسول اللہ ﷺ میری ماں کا انتقال ہو گیا تو کونسا صدقہ بہتر ہے حضور ﷺ نے فرمایا "پانی" تو کنواں کھودا اپنی ماں کے نام پر اور کہا اس کا ثواب میری ماں کے لیے ہے اس کو روایت کیا ابو داؤد نے اور نسائی نے عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ بلند کر دیتا ہے درجہ عبد صالح کا جنت میں تو وہ کہتا ہے یہ کس وجہ سے ہوا تو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ تیرے بیٹے نے تیرے لیے استغفار کیا روایت کیا اس کو احمد نے عبد اللہ بن عباس سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نہیں ہے میت قبر میں مگر اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ڈوبتا فریاد کرتا اور مدد مانگتا ہے، انتظار کرتا ہے دعوت کا جو اسے پہنچے گی، اس کے باپ یا ماں یا بھائی یا کسی دوست کی طرف سے جب یہ چیز اسے مل جاتی ہے تو اسے محبوب ہوتی ہے تمام دنیا ومافیہا سے اور اللہ تعالیٰ داخل فرماتا ہے اہل قبور پر دعا سے اہل زمین کی پہاڑوں کے برابر ثواب اور تحفہ زندوں کا مردوں کی طرف ان کے لیے استغفار کرنا، ان کے لیے روایت کیا اس کو بیہقی نے "شعب الایمان" میں اور "شرح مشکوٰۃ" میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اور "خلاصہ" میں ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ جب صدقہ کرتے ہیں لوگ مردے کی نیت سے تو حکم فرماتا ہے خدائے تعالیٰ جبریل علیہ السلام کو لے جائے اس ثواب کو فلاں میت کی قبر کی طرف ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ ہر فرشتہ کے ہاتھ میں نور ہوتا ہے پس لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں السلام علیکم یا ولی اللہ اور اس کے آگے رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں نے یہ آپ کو بھیجا ہے اور "مرآۃ الاخرۃ" میں کہا ہے کہ اگر میت کے ترکہ سے ایصال ثواب کریں تو یہ مکروہ ہے کیونکہ یہ حق وارثوں کا ہے اور اگر اپنے مال سے کھانا پکائیں اور خلق خدا کو کھلائیں تو بے شبہ مستحب ہے، اس لیے پیغمبر ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح کو شام کا کھانا سوئم، دہم، چہلم چھٹے مہینے اور سال دیا ہے اور صحابہ نے بھی ایسا کیا ہے جو اس کا انکار کرے وہ رسول اور اجماع صحابہ کا منکر ہے اور "تحفہ نصائح" میں لکھا ہے۔

پس مردہ سازی طعام راچوں در سوئم ہفتم یا چہل
باید کہ وہی درویش راور نہ نباشد معتبر

اور "ریاض الناصحین" میں لکھا ہے کہ وہ کھانا جو میت کی طرف سے رسم اور ناموس اور ریا کے لیے ہوتا ہے کہ اگر ایسا ہم نہ کریں تو لوگ برا کہیں گے کہ انہیں اپنے مردوں کا کچھ خیال نہیں وہ کھانا مکروہ (اس لیے کہ نیت خیر ونیت ایصال ثواب نہیں) "مجمع الفوائد" میں ہے کہ تین دن اہلِ میت کا کھانا کھانا مکروہ ہے (اغنیا کے لیے) اور وہ طعام جو اعزہ اقربا اہلِ میت کو بھیجتے ہیں وہ کھانا بغیر اہلِ میت کے کھانا مکروہ تحریمی ہے، مگر اس شخص کو کہ تعزیت کے لیے دور سے آیا ہو یا جنازہ کو کسی دور کے فاصلہ تک لے جائیں "خلاصۃ الفقہ" میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ خدا تعالیٰ اور میں بیزار ہوں اس شخص نے جو اہلِ مصیبت کا کھانا تین دن سے پہلے کھاتے ہیں، مگر فقیر اور "مصابیح" میں ہے کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے پہلی رات سے زیادہ سخت اور کوئی رات نہیں ہے میت پر تو رحم کرو اپنے مردہ پر کچھ صدقہ دیکر فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس شخص نے میت کی نیت سے ایک لاکھ دفعہ کلمہ پڑھا اور کہا کہ ثواب اس کا اس میت کو پہنچے تو اگر وہ میت لائق عذاب کے تھی، تو اس کو عذاب نہ کریں گے اور اگر عذاب کے لائق نہ تھی تو اس کے درجات بلند ہوں گے "شرح" میں کہا مستحب ہے کہ صدقہ دیا جائے میت کی طرف سے سات دن "مسائل مہمات" میں ہے "بدر السعادۃ" میں لکھتے ہیں

کہ ملک خراساں اور زمین عرب میں اچھی رسم ہے کہ تیسرے دن کھانا شربت اور میوے موجود رکھتے ہیں، جب لوگ زیارۃ قبر سے لوٹتے ہیں، تو اہلِ میت کے مکان پر آتے ہیں اور روح میت کے لیے کھلاتے ہیں اور کھاتے ہیں یہ کام موافق سنت رسول اللہ ﷺ اور سنت علمادین کرتے ہیں قطب عالم نے اس موقعہ پر فرمایا کہ ہندوستان میں کیا بُری رسم ہے کہ اہلِ مصیبت خود بھی بھوکے رہتے ہیں اور مردہ کو بھی منتظر صدقہ کا رکھتے ہیں یہ مستحب نہیں ہے (اسی قباحت اور شناعت میں ڈالنے کے لیے دیوبندی، وہابی لوگوں کو فاتحہ وایصال ثواب سے منع کرتے ہیں) بلکہ یہی چاہیے کہ جب قبرستان سے لوٹیں کھانا پینا حسب استطاعت مہیا کریں اور خلق خدا کو کھلائیں اور ایسے کام جو موافق روح مردہ کے ہوں موافق شرع کے ہوں کریں یہ "سراج الہدایہ" میں ہے (تصنیف سید جلال الدین بخاری)۔

جو کھانا مردہ کی روح کے لیے پکاتے ہیں کوئی روایت اس کے حلال یا حرام یا مکروہ ہونے کی کتب فقہ میں نہ دیکھی اور ثواب یہ ہے کہ جو شیخ نے "جامع البرکات" میں لکھا کہ مدار نیت پر ہے، جو کچھ بہ نیت صدقہ کے کریں، تاکہ ثواب اس کا اموات کو پہنچے یہ فقیر کو دینا چاہیے اور جو کچھ بہ نیت ضیافت مسلمانوں کے کریں یہ غنی اور فقیر سب کے لیے ہے جیسا کہ مشائخ کے عرسوں کے موقع پر ہمارے شہروں میں معروف ومتعارف ہے اگر عرسوں میں یوں کہو کہ کھانا فلاں کی روح کے لیے پکایا ہے ایسا نہ کہیں بلکہ یوں کہیں کہ کھانا یا ماحضر تیار کیا گیا ہے تو بہتر اور اگر روح فلاح کے ایصال ثواب کی نیت کریں کہ ہم نے ضیافت کی ہے ان کی یاد کے لیے تاکہ قرآن اور فاتحہ پڑھیں اور ثواب اس کا ان کی روح کو پہنچائیں کچھ حرج نہیں ہے یہ "کشف الغطا" میں ہے (شیخ الاسلام دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف)۔

عُرسِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

ولادتِ رسول اللہ ﷺ ۱۲ ربیع الاول روز دوشنبہ وقت صبح صادق اور ایسے ہی ہجرت ۱۲ ربیع الاول روز دوشنبہ اور وفاتِ آنحضرت ﷺ روز دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول وقت صبح صادق، تو اہلِ مکہ دعوت اور ضیافت کا اہتمام کرتے ہیں دو وجہ سے ۱۲ ربیع الاول شریف کو (نجدی حکومت سے قبل) ایک تو وہ دن کہ حضور ﷺ اس دن پیدا ہوئے مکہ معظّمہ میں اور اس وجہ سے مکہ اکرم بلاد ہوا دوسرے یہ وہ دن ہے کہ حضور پر نور پر پہلی وحی اتری اور جبرائیل علیہ السلام کا نزول ہوا اور اہلِ مدینہ اس دن دو فریق ہیں ایک فریق ضیافت و دعوت کرتا ہے، مانند اہلِ مکہ کے فرحاں و شاداں بوجہ آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کے اس دن اور کہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے مدینہ کو معزز کیا رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے اور فریق دوم اظہار رنج و غم کرتے ہیں اور اجتماع کرتے ہیں مانند اجتماع اہلِ تعزیت اور کہتے ہیں کہ اس روز وفات پائی رسول اللہ ﷺ نے اور کھانا پکاتے ہیں کھلاتے ہیں یتیموں اور مسکینوں کو بسبب دوستی آنحضرت ﷺ کے یہ ہے عرس شریف حرمین طیبین میں (ہمیشہ سے تا حکومت نجدی خبیث) اس کے سوا مسلمانوں کے شہروں میں تو کہا مجھ سے ایک مرد ثقہ نے جب آتا ہے روز میلاد نبی صلی ﷺ زینت دیتے ہیں بازاروں کو اور چراغاں کرتے ہیں اور ۱۰، ۱۱، ۱۲ ربیع الاوّل کی رات کو جاگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ پیدائش کے دن ہیں، رسول اللہ ﷺ کی (باختلاف روایت) اور ہر سال ایسا ہی کرتے ہیں اور دِنوں میں سادات اور علما کی خصوصاً اور تمام مسلمانوں کی عموماً دعوت کرتے ہیں اور میں نے سنا مشائخ کرام رحمہم اللہ کہ سلف صالحین ہمیشہ بالالتزام کرتے رہے ہیں ایسا ہی تمام اسلامی شہروں میں اور مشائخ صوفیہ دعوت اور ضیافت اور سماع (نعتیہ کلام بلا مزامیر) اور اجتماع کرتے ہیں اور ختم قرآن کرتے ہیں اور وظائف ونوافل میں مشغول ہوتے ہیں اور یہ مسلمانوں کا شعار اور تعظیم رسول کے لیے ہے اس کا ثواب پاتے ہیں دنیا کے اندر قاعدہ ہے کہ کسی بادشاہ یا امیر کی قدر کہ روز پیدائش پر کھانا کھلاتے ہیں اور دعوتیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کھانا سالگرہ کا فلاں امیر و بادشاہ کی ہے، تو انسب ہے کیا جاوے ذکر میلاد اور طعام میلاد اس ذات پاک کا جو سبب ہوا بندوں کی نجات کا آتش دوزخ سے یہ منقول ہے کتاب سے سعید محمد ابن مسعود کا ذرونی اور بیہقی نے واقدی سے روایت کی کہ زیارت فرمایا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ قبورِ شہداءِ اُحد کی ہر سال (تاریخ شہادت پر) پس جب پہنچتے تھے تو آوازِ بلند سے فرماتے "السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار" پھر ہر سال ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ایسا ہی کرتے تھے اور پھر ہر سال عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آتی تھیں (ہر جمعہ کے دن) حضرت عائشہ اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہر جمعہ کے دن اپنے بھائی کی قبر

پر (کذا فی العینی شرح بخاری) سعد بن وقاص سلام کرتے تھے شہداءِ احد پر اور اپنے ساتھیوں سے کہتے تھے تم کیوں ایسا نہیں کرتے ہو، وہ تمہیں جواب سلام دیں گے اور فاطمہ خزاعیہ کہتی ہیں کہ سورج ڈوب گیا تھا اور میں اپنی بہن کے ساتھ شہداءِ احد کی قبر پر حاضر ہوئی تو ہم نے کہا السلام علیکم یا عم رسول اللہ، تو ہم نے سنا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ اور حالانکہ وہاں اس میدان میں دور تک کسی کا پتہ بھی نہ تھا اس کو روایت کیا حاکم نے اور صحیح کہا اور بیہقی نے دلائل میں کہ کہا حدیث بیان کی مجھ کو عبد الاعلیٰ نے اپنے باپ عبد اللہ بن ابی فردہ سے یہ کہ نبی کریم ﷺ نے زیارت فرمائی قبور شہداءِ احد کی اور فرمایا کہ تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ شہید ہیں جو ان کی زیارت کرے گا اور سلام کرے گا یہ اس کو جواب سلام دیں گے قیامت تک یہ "شرح الصدور" میں ہے حضرت جلال الدین سیوطی سے اور ارواح آتی ہیں ایام عرس میں ہر سال موضع عرس میں اور خوش ہوتی ہیں اور اس ساعت میں اثر بلیغ ہے جو ان کے لیے دعا کرتا ہے "دستور المقضاۃ" میں "ملتقط" سے ہے اگر ہو قبر عبد صالح کی اور ممکن ہو، تو اس کے گرد گھومے تین بار تو ایسا کرے یہ "خزانۃ الروایات" میں اور "زاد اللبیب" میں اور "مطالب" میں اور "محک الطالبین" "فتاویٰ براہینہ" سے ہیں۔

تعمیر قبر

برکت قبور صالحین:

ابونعیم اور ابن مندہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے دفن کرو اپنے مردوں کو قوم صالحین کے درمیان کہ مردہ ایذا پاتا ہے برے پڑوس سے جیسے زندہ اور ابن عباس نے نبی ﷺ سے روایت کیا جب کوئی مرجائے تم میں سے تو اس کو اچھا کفن دو اور اس کی وصیت پورا کرنے میں جلدی کرو اور اس کی قبر کو گہرا کرو اور اس کو برے پڑوس سے بچاؤ عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ کیا اچھا پڑوس آخرۃ میں بھی نفع کرتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کیا دنیا میں نفع کرتا ہے عرض کیا جی ہاں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی نفع کرتا ہے آخرت میں یہ "شرح الصدور" میں ہے۔ اور دفن کرنا جوار میں قبور صالحین کے اور ان کے حضور و شہود میں موجب برکت کا اور نورانیت وصفا کا ہے اور مقامات متبرکہ کی زیارت کرنا اور وہاں دعا متوارث ہے۔ امام شافعی نے کہا ہے کہ قبر موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تریاق مجرب ہے، قبولیت دُعا کے لیے اور زیارت قبور میں ان کا احترام استقبال جلوس میں اور تادّب میں وہی حکم ہے جو ان کی حالت حیات میں تھا یہ کہا ہے طیبی نے "شرح سفر السعادۃ" میں اور اگر کوئی شخص ثواب اپنے اعمال کا دوسرے کو دے تو جائز ہے یہ "مسائل مہمہ" میں ہیں۔

قبر پر اذان کہنا:

"حصن حصین" میں ہے کہ جب آگ لگی دیکھے تو تکبیر کہے بجھ جائے گی یہ مجرب ہے عذاب قبر سے مُردے کو ذکر اور قرآن و فاتحہ کی برکت سے امید نجات ہے اور "مسند ابو یعلی" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور کتاب "عمل الیوم واللیل" میں ابو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب کوئی شخص آگ لگی ہوئی دیکھے تو تکبیر بلند کرے، آگ بجھ جائے گی (انتہیٰ) بعد دفن میت کے اگر اذان کہیں تو منع نہ چاہیے کہ ذکر خیر ہے اور جو ذکر خیر کی اور فاتحہ کی کہ قرآن ہے اور تمام اعمال خیر کی ممانعت کرے وہ مناع للخیر کا مصداق ہے اور اذان کو روکنا یہ عادت کفار و مشرکین ہے اور بدعت دو قسم پر ہے حسنہ اور سیئہ جیسے کہ امام نووی نے "مسلم شریف" کی شرح میں اور شیخ عبد الحق نے "مشکوٰۃ" کی شرح میں اور تمام کتب فقہ میں موجود اور "بخاری" میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت تراویح کے بارے میں نعمت البدعۃ ھذہٖ (یہ بہت اچھی بدعت ہے) جو تفصیل اور تحقیق کا متلاشی ہو وہ رسالہ "ایذان الاجر فی الاذان علی القبر" اور "بریق المنار بشموع المزار" اور رسالۃ "الاہلال فی فیوض الاولیاء بعد الوصال" کا مطالعہ کرے۔

عہد نامہ اور شجرہ قبر میں رکھنا:

"شرح منیہ" میں ہے کہ اگر لکھا جائے کفن پر تو امید بخشش ہے اور بعض متقدمین سے منقول ہے کہ انہوں نے وصیت کی کہ ان کے سینہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا جائے ان کو خواب میں دیکھا گیا کہ فرمارہے ہیں کہ میں عذاب قبر سے بسم اللہ کے لکھے جانے کی وجہ سے محفوظ رہا یہ "کشف الغطا" میں ہے اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے والد نے ان کو وصیت کی ان کے کفن میں یہ رباعی لکھ کر رکھ دیں:

دارم دل کہ غمگین بیامر زومپرسس
صد واقعہ در کمیں بیامر زومپرسس
شرمندہ شوم کہ سب پرسی ملم!
اے اکرم الاکرمین بیامر زومپرس

اور دوسری یہ ہے:

قدمت علی الکریم بغیرذاد
من الحسنات والقلب السلیم
مخمل الزاد اقبح کل شیئی
اذاکان القدو مرعلی الکریم

یہ "اخبار الاخیار" میں ہے، حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے۔

میت کے ذمہ سے فرائض وواجبات کا فدیہ:

واجب ہے کہ جس کے ذمہ روزے اور نماز ہوں جو ادا کرنے سے رہ گئے ہوں یہ کہ وصیت مرتے وقت ان کے فدیہ کے ادا کرنے کی اور واجب ہے ورثا پر کہ تہائی مال سے اس وصیت کو پورا کریں ہر نماز فرض اور وتر اور ہر روزے کے عوض آدھا صاع گندم دیں (پونے دوسیر ۷۵ اروپیہ آٹھ آنہ بھر) یا اس کا دونا جو یہ ہمارے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک ایک مُد اور اگر وصیت نہ کرے تو وارثوں پر اس کی ادائیگی واجب نہیں مستحب ہے وارثوں کے لیے کہ ایسا کرے یہ عمل کفایت کرے گا میت کو ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی کہا ہے امام محمد نے "زیارات" میں اور "اصول" میں فخر الاسلام نے اور "شرح" میں شیخ ابن ہمام نے اور اگر نہ چھوڑا ہو مال تو قرضہ اور مسکین کو دیں اور وہ مسکین صدقہ کردے میت کی طرف سے وارث کو اور وارث صدقہ کردے مسکین کو اور یہ لوٹ پوٹ اتنی بار کریں کہ حساب سے جتنے روزے اور جتنی نمازیں اندازاً میت پر تھیں اس سے بھی کچھ زائد فی نماز اور فی روزہ پونے دوسیر گیہوں یا اس کی قیمت یہ "خلاصہ" میں ہے اور یہ حساب اس طرح ہے کہ میت کی عمر کا شمار کریں مرد کے لیے ۱۲ سال اور عورت کے لیے ۹ سال مدت بلوغ وضع کردیں اور ہر دن کی نمازیں فرض وواجب کے لیے ۲/۱ ۱۰ دس سیر احتیاطاً (گیارہ سیر) فدیہ دیں اور رمضان کے ۳۰ روزوں کا ایک من ساڑھے بارہ سیر فدیہ دیں اسی طرح پوری عمر کا حساب لگا کر یہ "کشف الغطا" میں ہے اور شیخ اجل امام ابوبکر نے وصیت کی کہ انکی قبر پر قرأتِ قرآن کریں اور شیخ ابن ہمام نے "شرح ہدایہ" میں قاریان قرآن کے بیٹھنے کو دوست کہا ہے اور "مفتاح" میں ہے کہ جو مسلمان کی قبر کی زیارت کرے اور یہ دعا پڑھے تو اگر اس کو عذاب ہوتا ہو گا تو قیامت تک کے لیے اُٹھ جائے گا "اللّٰھم انی اسئلك بحق محمد و اٰله ان لا تعذب ھذاالبیت ابدا" (اس سے وسیلہ بھی ثابت ہے) اور "ترمذی" میں ہے کہ حضور صلی ﷺ نے ایک نابینا کو یہ دُعا تعلیم فرمائی جس کی برکت سے وہ بینا ہوگئے حضرت عثمان بن حنیف صحابی نے زمانہ خلافت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ایک حاجتمند کو یہ دُعا تعلیم کی جس سے ان کا مقصد پورا ہوا ہو دعا یہ ہے۔ "اللّٰھم انی اسئلك واتوجه الیك بحبیبك محمد نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بك الی ربی لیقضٰی لی حاجتی فشفعه فی" اس کو روایت کیا ترمذی نے اور بجائے یا محمد کے یارسول اللہ ﷺ کہے ترجمہ "اے اللہ! میں سوال کرتا ہوں تجھ سے بوسیلہ تیرے حبیب محمد ﷺ کے جو نبی رحمت ہیں یارسول اللہ ﷺ میں سوال کرتا ہوں اپنے رب سے آپ کے وسیلہ سے تاکہ میری حاجت پوری ہوجائے اے میرے رب انکی شفاعت میرے حق میں قبول فرما"، اس میں وسیلہ اور ندایا رسول اللہ ﷺ اور شفاعت کا ثبوت ہے اور جس کو تفصیل دیکھنا ہو، وہ رسالہ "انوار الانتباہ فی حل نداء یارسول اللہ ﷺ" دیکھے تو اس دُعا سے نابینا بینا ہوجاتے ہیں تو جو روحانیت کے نابینا ہیں وہ اس دعا کو پڑھیں ورنہ نابینا ہی رہیں گے اور "من کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی واضل سبیلا"

"وما علینا الا البلاغ ولیبلغ الشاھد الغائب ونسئل الله العفو والعافیة اللّٰھم اجعلها ورثتی فی اھلی وعیالی و ابنائی و بناتی والی ومدرستی الی یوم القیمة واجعلها نورا فی قلوبنا و صدورنا وقبورنا و دیننا و دنیانا نورا عظیماً منیراً کلاما تا ماً الی یوم القیمة"

آمین

ﷺﷺﷺﷺﷺ

امام احمد رضا خاں حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت

حامد علی علیمی (استاذ جامعہ علیمیہ اسلامیہ، کراچی)

فقاہت ''دین کی سمجھ بوجھ'' اور ''حکمت و دانائی'' کو کہتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمتِ عظمیٰ ہے وہ جسے چاہے اپنے فضل سے عطا فرما دیتا ہے، چنانچہ قرآن کریم کی سورۂ بقرہ آیت ۲۶۹ میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿یُؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا ؕ وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾۔ ترجمہ: ''اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اُسے بہت بھلائی ملی اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے''۔ نیز بحکمِ قرآن، دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرنا دینی ذمہ داریوں میں سے ہے، سورۂ توبہ، آیت: ۱۲۲ میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَیْهِمْ لَعَلَّهُمْ یَحْذَرُوْنَ﴾، ترجمہ: ''اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں''۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جسے امام بخاری و مسلم وغیرہ نے اپنی تصانیف میں روایت کیا: ''مَنْ یُّرِدِ اللهُ بِهٖ خَیْرًا یُّفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَیُعْطِی اللهُ''۔ ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے، اور بے شک میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے''۔ نیز ''سنن ترمذی'' اور ''ابن ماجہ'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقیہ (دین میں سمجھ رکھنے والے) کی شان کے بارے میں ارشاد فرمایا: ''فَقِیْهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطٰنِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ''۔ ترجمہ: ''ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے جنہیں اس نعمت سے سرفراز فرمایا انہیں دنیائے اسلام میں ''فقہاء'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے حضرات صحابۂ کرام، تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم میں بڑے جلیل القدر فقہاء گزرے ہیں اور ان کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اس انعام یافتگان میں سے چودھویں صدی ہجری کے ایک فقیہِ بے مثل امام احمد رضا خاں حنفی (۱۸۵۶ء۔۱۹۲۱ء) بھی ہیں جنہیں عرب و عجم کے اربابِ علم و فضل نے چودھویں صدی ہجری کا ''مجدد'' کہا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے فقاہت کا ملکہ عطا فرمایا، جس کسی کو دیکھنا ہو وہ آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ بنام ''العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ'' معروف بہ ''فتاویٰ رضویہ'' (۳۳ جلدیں) اور فتاویٰ شامی پر عربی حواشی بنام ''جد الممتار'' (۵ جلدیں) ملاحظہ کرے، جن میں جگہ جگہ فقاہت کے گوہر بکھرے ہوئے ہیں، جو مختلف علوم وفنون کا سے متعلق ہیں۔ ذیل میں ان گوہر پاروں سے کچھ اہلِ نظر کی نذر کیے جاتے ہیں، انہیں پڑھیں اور امام احمد رضا خاں حنفی کی فقاہت اور علمی جلالت کی شان جانیں۔

احکام شرعیہ کی اقسام:

(۱) فقہِ شافعی اور حنفی کی کتبِ فقہ و فتاویٰ میں مشہور احکام پانچ ملتے ہیں، بعض نے سات اور نو بھی ذکر کیے ہیں: واجب، مندوب، مکروہ، حرام، مباح، سنتِ ہُدیٰ، وسنتِ زائدہ، وار مکروہِ تحریمی وار مکروہِ تنزیہی۔ امام احمد رضا خاں حنفی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ، ج ۱، ص۹۰۸۔۹۰۹ پر حیرت انگیز تحقیق کرتے ہیں ان احکام کی مزید تقسیم کے متعلق فرماتے ہیں: ''**اقول:** (میں کہتا ہوں) تقسیم اول (پانچ کے قول) میں کمالِ اجمال اور مذہب شافعی سے الیق ہونے کے علاوہ صحت مقابلہ اس پر مبنی کہ ہر مندوب کا ترک مکروہ ہو۔۔۔ نیز سنّت و مندوب میں فرق نہ کرنا مذہب حنفی و شافعی کسی کے مطابق نہیں۔ یہی دونوں کمی تقسیم دوم میں بھی ہیں، سوم و چہارم میں عدم مقابلہ بدیہی کہ سوم میں جانبِ فعل چار چیزیں ہیں اور جانبِ ترک دو۔ چہارم میں جانبِ فعل پانچ ہیں اور جانب ترک تین۔ پھر جانب ترک بسط اقسام کر کے تصحیح مقابلہ کیجئے تو اُسی مقابلہ نفل و کراہت سے

چارہ نہیں مگر بتوفیق اللہ تعالیٰ تحقیق فقیر سب خللوں سے پاک ہے ،اُس نے ظاہر کیا کہ بلکہ احکام گیارہ ہیں پانچ جانب فعل میں متنازلاً فرض، واجب، سنّت مؤکدہ ،غیر مؤکدہ ،مستحب، اور پانچ جانبِ ترک میں متصاعداً خلافِ اَولیٰ، مکروہِ تنزیہی، اساءت، مکروہ تحریمی، حرام۔ جن میں میزان مقابلہ اپنے کمال اعتدال پر ہے کہ ہر ایک اپنے نظیر کا مقابل ہے اور سب کے بیچ میں گیارھواں مباح خالص۔ اس تقریر منیر کو حفظ کر لیجئے کہ ان سطور کے غیر میں نہ ملے گی اور ہزار ہا مسائل میں کام دے گی اور صد ہا عقدوں کو حل کرے گی کلمات اس کے موافق مخالف سب طرح کے ملیں گے مگر بحمد اللہ تعالیٰ اس سے متجاوز نہیں فقیر طمع رکھتا ہے کہ اگر حضور سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے حضور یہ تقریر عرض کی جاتی ضرور ارشاد فرماتے کہ یہ عطر مذہب وطراز ِمُذہّب ہے والحمد للہ ربّ العٰلمین۔"

لفظ "بُوم" کی تحقیق اور ایک شُبہ کا اِزالہ:

(۲) فتاویٰ عالمگیری کی ایک عبارت میں بُوم (اُلّو) کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ بوم حلال ہے، چنانچہ سائل نے "حیاۃ الحیوان" دمیری اور دیگر کتب کے حوالے سے جب امام احمد رضا خاں حنفی سے اس کے متعلق (جلد ۲۰، ص ۳۱۲ پر) پوچھا تو آپ نے اُلّو کی حرمت ثابت کرنے کے بعد لفظِ"بُوم" کی تحقیق فرمائی، جس کا خلاصہ یہ ہے: "عالمگیری میں یہ عبارت ایک قول (قیل) کے طور پر بیان کی گئی ہے جو اس کے ضعف پر دلیل ہے اور یہ بتاتی ہے کہ اس کی طرف بعض علماء گئے ہیں، اکثر علماء خلاف پر ہیں، اور حیاۃ الحیوان کا حوالہ تو سرے سے غلط ہے اس میں کہیں نہیں لکھا کہ حنفیہ اسے (اُلو کو) حلال جانتے ہیں اس میں صرف شافعیہ کے دو قول لکھے ہیں۔ پھر دیگر کتب سے دلائل نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "میں کہتا ہوں: یوں ہی کتبِ طبیہ (طب کی کتابوں) سے ثابت کہ اُلّو کھانے والا، آدمی سے اُلو ہو کر رہ جاتا ہے، والعیاذ باللہ ربّ العٰلمین"۔ آخر میں رقمطراز ہوتے ہیں: "غرض جب وہ شکاری جانور ہے تو اس کے حرام ہونے میں اصلاً جائے کلام نہیں ،رہا بعض عبارت حنفیہ میں لفظ "بوم" کی نسبت لفظ "یؤکل" (حلال ہے) وارد ہونا: **میں کہتا ہوں:** نہ وہ اجماعی قاعدہ فقہِ حنفی وحدیثِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل ہو سکتا ہے نہ مشاہدات کو رد کر سکتا ہے اس سے بالتعین اُلّو کی حلت ثابت ہی نہیں ہوتی ،زبان عرب میں لفظِ "بوم" خاص اُلّو کے لیے موضوع نہیں، بلکہ ہر اس پرند پر اطلاق کیا جاتا ہے جو شب کو اپنے آشیانہ سے نکلتا ہے۔ علامہ دمیری "حیاۃ الحیوان" میں فرماتے ہیں: "جاحظ نے کہااور اس کی اقسام ہامہ ،صدی ،ضوع ،خفاش ،غراب اللیل، بوم نامی پرندے ہیں اور یہ تمام نام مشترک ہیں، یعنی رات کو اپنے گھر سے نکل کر پرواز کرنے والے ہر پرندے پر بولتے ہیں۔۔۔ پس حنفیہ کی طرف حلت چغد کی نسبت ایک دھوکا ہے کہ اشتراک لفظ بوم سے پیدا ہوا، وباللہ التوفیق۔ واللہ تعالیٰ اعلم"۔

(۳) کیا کوّا حلال ہے؟

آپ سے کوّے کی مختلف اقسام کی حلت وحرمت سے متعلق اس طرح سوال کیا گیا (جلد ۲۰، ص ۳۱۹۔۳۲۰): "جو کوا کہ دانہ کھاتا ہے اور رنگ میں بالکل سیاہ ہوتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ اور جو کوا کہ دانہ اور نجاست دونوں کھاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: دانہ خور کوا کہ صرف دانہ کھاتا اور نجاست کے پاس نہیں جاتا جسے "غراب زرع" یعنی کھیتی کا کوا کہتے ہیں، چھوٹا سا سیاہ رنگ ہوتا ہے، اور چونچ اور پنجے غالباً سرخ، وہ بالا تفاق جائز ہے، اور مُردار خور کوا جسے "غراب ابقع" بھی کہتے ہیں کہ اس کے رنگ میں سپیدی بھی سیاہی کے ساتھ ہوتی ہے، بالاتفاق ناجائز ہے، اور اسی حکم میں پہاڑی کوا بھی داخل کہ بڑا اور یک رنگ سیاہ ہوتا ہے اور موسم گرما میں آتا ہے، اور خلط کرنیوالا جسے "عقعق" کہتے ہیں کہ اس کے بولنے میں آواز عَقْ عَقْ پیدا ہوتی ہے، اس میں اختلاف ہے، اور اصح حل مگر کراہتِ تنزیہہ میں کلام نہیں۔

ہمارے دیار میں جو کالا کوا پایا جاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ: کوا حرام ہے یا نہیں؟ الو حرام ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ کوے کہ ہمارے دیار میں پائے جاتے ہیں سب حرام ہیں، اُلّو حرام ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

علمِ اسماکیات (Ichthyology) میں مہارت:

(۴) آپ سے از قسم مچھلی "جریث"، "مار ماہی" اور "سنگی" کے متعلق فرق پوچھا گیا تو "عجائب المخلوقات"، "غایۃ الاوطار" اور

''مبسوطِ امام محمد'' وغیرہ کتب کے حوالے سے ایک تحقیق انیق رقم فرمائی اور ثابت کیا کہ یہ آپس میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ جسے پڑھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ''علم اسمائیات'' پر کتنی مہارت رکھتے تھے، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۰، ص ۳۲۳۔ ۳۳۲۔

(۵) کونسا پانی افضل ہے؟ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲، ص ۴۵۲ پانی کی جن اقسام سے وضو صحیح ہے ان میں آبِ زمزم شریف ذکر کرنے کے بعد اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں: ''سب سے اعلیٰ سب سے افضل دونوں جہان کے سب پانیوں سے افضل، زمزم سے افضل، کوثر سے افضل وہ مبارک پانی ہے کہ بارہا براہِ اعجاز (معجزۃً) حضور انور سیدِ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتانِ مبارک سے دریا کی طرح بہا اور ہزاروں نے پیا اور وضو کیا۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ وہ پانی زمزم وکوثر سب سے افضل، مگر اب وہ کہاں نصیب اور آگے ہر قسم کے پانی مذکور ہوں گے اُن کے سلسلے میں بلاضرورت اس کا نام لینا مناسب نہ جانا۔''

(۶) کیا غیر نبی کیلئے ممکن ہے کہ اسکی آنکھیں سو جائیں اور دل جاگتا رہے؟

''فتاویٰ رضویہ'' جلد اول میں نیند سے وضو کب ٹوٹتا ہے اور کب نہیں، کی تحقیق کے دوران امام احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو نیند سے نہیں ٹوٹتا جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت ہے، اور اس کا سبب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: بیشک میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔۔۔۔۔ میں کہتا ہوں: یعنی امت کے لحاظ سے سرکار کی یہ خصوصیت ہے ورنہ تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا یہی وصف ہے اس لئے کہ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: انبیاء کی آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتے، تو (خصوصیت بہ نسبت امت مراد لینے سے) وہ شبہ دور ہو گیا جو ''کشف الرمز'' میں پیش کیا ہے کہ اس امر کے خصائص سرکار سے ہونے کا مقتضیٰ یہ ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء علیہم الصلوۃ السلام کا یہ حال نہیں، اھ''۔

پھر مختلف دلائل سے غیر نبی کے لیے بھی یہ بات ممکن بتائی کہ اس کی آنکھیں سو جائیں اور دل بیدار رہے، جس کا خلاصہ یہ ہے، فرماتے ہیں: ''کیا یہ ہو سکتا ہے کہ سرکار اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وارثت کے طور پر ان کی امت کے اکابر میں سے کسی کو یہ وصف مل جائے؟ ملک العلما بحر العلوم مولانا عبد العلی محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ ارکان اربعہ میں لکھتے ہیں: اگر کوئی یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین میں سے کوئی اس رتبہ کو پہنچ گیا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی برکت سے نیند میں اس کا دل غافل نہ ہوتا صرف اس کی آنکھیں غافل ہوتیں، جیسے امام محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ اور ان کے علاوہ وہ اکابر جن کا یہ وصف رہا ہو اگرچہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرتبے تک ان کی رسائی نہ ہو، تو یہ قول حق سے بعید نہ ہوگا، فافہم اھ۔

میں کہتا ہوں: شریعت سے اس بارے میں کوئی روک نہیں کہ یہ نبی کے سوا اور کے لئے نہیں ہو سکتا۔ یہ معاملہ وجدان کا ہے جسے یہ نصیب ہو وہی اس سے آشنا ہوگا تو انکار کی کوئی وجہ نہیں ترمذی نے - حسن بتاتے ہوئے - حضرت ابو بکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: دجال کا باپ اور اس کی ماں تیس سال تک اس حال میں رہیں گے کہ ان کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہ ہوگا پھر ان کے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو ایک آنکھ کا ہوگا ہر چیز سے زیادہ ضرر والا اور سب سے کم نفع والا، اس کی آنکھیں سوئیں گی اور اس کا دل نہ سوئے گا۔'' الحدیث۔

اور اس حدیث میں ابن صیاد کے پیدا ہونے اور اس کے یہودی ماں باپ کے یہ کہنے کا بھی ذکر ہے کہ ہمارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جو ایک آنکھ کا ہے ہر چیز سے زیادہ ضرر والا اور سب سے کم نفع والا، اس کی آنکھیں سوتی ہیں اور اس کا دل نہیں سوتا اور اس میں خود ابن صیاد کا اپنے متعلق یہ قول مذکور ہے کہ ہاں میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔ (''سنن الترمذی''، کتاب الفتن، حدیث: ۲۲۵۵)۔۔۔ الحاصل جب یہ بطورِ استدراج دجال اور ابن صیاد کے لئے ہو سکتا ہے تو مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت میں ان کی اُمت کے بزرگوں کے لئے بدرجہ اَولیٰ ہو سکتا ہے۔''

علم کلام میں مہارت: قرآن کریم افضل یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم؟

(۷) فتاویٰ شامی میں علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ یہ مسئلہ ذکر کرنے

کے بعد کہ آیا قرآن مجید افضل ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے، یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم افضل ہیں قرآن کریم سے؟ فرماتے ہیں: "چونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے لہٰذا توقف کرنا ہی بہتر ہے؟" امام احمد رضا خاں حنفی رحمۃ اللہ علیہ "جد الممتار" میں اس پر فرماتے ہیں: "یہاں توقف کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ مسئلہ میرے نزدیک اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بالکل واضح ہے (وہ ایسے) کہ اگر قرآن کریم سے مراد مصحف (کتاب) یعنی کاغذ اور روشنائی ہے تو یہ دونوں حادث ہیں اور ہر حادث مخلوق ہے اور ہر مخلوق سے افضل، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور اگر قرآن کریم سے مراد اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اس کی صفت ہے تو شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات، تمام مخلوقات سے اعلیٰ وافضل ہیں، اور غیر خدا کیسے خدا کے برابر ہو سکتا ہے، پس اس طرح دونوں متضاد اقوال میں مطابقت ہو جاتی ہے۔ تو جس نے قرآن کریم کے افضل ہونے کا کہا، اس کی قرآن سے مراد اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام ہے، اور جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل ہونے کا کہا، اس کی قرآن سے مراد مصحف (کتاب، کاغذ وروشنائی) ہے، اور بے شک یہ کاغذ وروشنائی مخلوق ہے اور بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب مخلوقات سے افضل ہیں۔

علم الارضیات میں مہارت تامہ:

(۸) امام احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ سے تیمم کے متعلق پوچھا گیا کہ تیمم کی تعریف وماہیت شرعیہ کیا ہے؟ نیز تیمم کتنی چیزوں سے کرنا جائز ہے اور کتنی سے ناجائز؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں ایک کتاب بنام "حسن التعمم لبیان حد التیمم"، جو تقریباً ۵۰۷ صفحات پر مشتمل ہے، تحریر فرمائی جو جلد ۳، ص ۶۱۱ سے جلد ۴، ص ۳۲۰ تک ہے۔ اس تحریر میں علم الارضیات سے متعلق ایسی نادر تحقیقات موجود ہیں جو شاید کسی اور کتاب میں ایک جگہ نہ مل سکیں۔ عموماً تیمم کے بیان میں پانی سے عجز کی بہت کم صورتیں ملتی ہیں لیکن امام احمد رضا خان حنفی خود اس تحقیق میں فرماتے ہیں: "۔۔۔یہ پانی سے عجز کے پونے دو سو صورتیں (۱۷۵) اس رسالہ کے خواص سے ہیں کہ اس کے غیر میں نہ ملیں گی اگرچہ جو کچھ ہے علمائے کرام ہی کا فیض ہے"۔

نیز وہ اشیاء کے جن سے تیمم جائز یا ناجائز ہے، عموماً کتب فقہ وفتاویٰ میں کم ہی درج ہوتی ہیں لیکن امام احمد رضا خاں حنفی اپنی خدا داد فقہی بصیرت سے انہیں بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "یہ تین سو گیارہ ۳۱۱ چیزوں کا بیان ہے ۱۸۱ سے تیمم جائز جن میں ۷۴ منصوص اور ۱۰۷ زیاداتِ فقیر، اور ۱۳۰ سے ناجائز جن میں ۵۸ منصوص اور ۷۲ زیاداتِ فقیر ایسا جامع بیان اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گا بلکہ زیادات درکنار اتنے منصوصات کا استخراج بھی سہل نہ ہو سکے گا"۔ اس کتاب کے بارے میں آخر میں فرماتے ہیں: "الحمدللہ کتاب مستطاب "حسن التعمم لبیان حد التیمم" مسودہ فقیر سے اٹھارہ ۱۸ جز سے زائد میں بأحسن وُجوہ تمام ہوئی جس میں صدہا وہ اَبحاثِ جلیلہ ہیں کہ قطعاً طاقتِ فقیر سے بدر جہا وراہیں مگر فیض قدیر عاجز فقیر سے وہ کام لے لیتا ہے جسے دیکھ کر انصاف والی نگاہیں کہ **حسد سے پاک ہوں** ناخواستہ کہہ اُٹھیں:

ع: کم ترك الاول للاخر
(اگلے پچھلوں کے لئے کتنا چھوڑ گئے۔)

کتنے مسائل جلیلہ معرکۃ الآرا بحمدہ تعالیٰ کیسی خُوبی وخوش اسلوبی سے طے ہوئے وللہ الحمد، کتاب میں اصل مضمون کے علاوہ آٹھ ۸ رسائل ہیں:

(۱) سمح الندری فیما یورث العجز عن الماء (۱۳۳۵ھ) کہ وقتِ طبع حاشیہ پر اس کا نام لکھنارہ گیا۔
(۲) الظفر لقول زفر (۱۳۳۵ھ)
(۳) المطر السعید علیٰ نبت جنس الصعید (۱۳۳۵ھ)
(۴) الجد السدید فی نفی الاستعمال عن الصعید (۱۳۳۵ھ) یہ چار ضمنیہ ہیں:
(۵) باب العقائد والکلام (۱۳۳۵ھ)
(۶) قوانین العلماء فی متیمم علم عند زید ماء (۱۳۳۵ھ)
(۷) الطلبة البدیعة فی قول صدر الشریعة (۱۳۳۵ھ)
(۸) مجلی الشمعة لجامع حدث ولمعة (۱۳۳۵ھ)"۔

اس کے علاوہ اور بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے تاہم از راہ اختصار انہیں پر اکتفا کیا جاتا ہے آخر میں اہلِ انصاف سے گزارش ہے کہ تعصب وحسد سے ماوراہو کر امام احمد رضا خان حنفی کے صحیح مقام ومرتبہ کو سمجھنے کی کوشش کریں، یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم آپ کی تحریرات خصوصاً "فتاویٰ رضویہ" کو پڑھیں اور محض افواہوں اور سازشوں سے ایک عالمِ دین کے بارے میں بُری رائے قائم نہ کریں۔

تقدیم تجلیۃ السلم فی مسائل من نصف العلم (۱۳۲۱ھ)

تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری مد ظلہ العالی

نحمدہٗ و نصلّی علی رسولہ الکریم و الہ وصحبہ الکرام وابنہ الکریم الغوث الاعظم و حزبہ اجمعین۔

سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے گنجینۂ جواہر کا ایک انمول موتی رسالۂ مبارکہ "تجلیۃ السلم فی مسائل من نصف العلم" ہے۔ رسالہ کیا ہے مسائل میراث میں اپنے نام کے بمصداق مشعل راہِ ہدایت ہے جس سے نہ مبتدی کو بے نیازی نہ منتہی کو استغنا۔ ناظرین با تمکین رسالۂ مبارکہ کو دیکھ کر خود ہی اندازہ لگالیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ولی نعمت جدی الکریم سیدی وسندی و کنزی و معتمدی لیومی وغدی امام اہلِ سنّت مجددِ دین وملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم و آگہی کا کیسا آفتاب عالمتاب بنایا تھا کہ جس کے نور سے کتنے مسائل علمیہ مجلّٰی اور اہلِ علم مستنیر اور جملہ عوام مستفیض ہوئے اور تصانیفِ مبارکہ سے ہر زمانے میں ہوتے رہیں گے۔ سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہر تصنیفِ لطیف میں فوائدِ علمیہ کی بہتات ہوتی ہے اور اس میں رنگِ تنقیح صاف جھلکتا ہے۔ ان کی یہ تصنیف بھی فوائد گراں قدر کا خزانہ اور تنقیح و تصحیح کا مجلّٰی آئینہ ہے۔ ہمارا قصد بعونہ تعالیٰ یہ ہے کہ یہاں بعض فوائدِ نفیسہ کا اجمالی بیان کر دیں اور بعض ابحاثِ عالیہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ جو عربی عبارت میں ہیں ان کا ترجمہ وخلاصہ پیش کریں۔ و اللہ المستعان وعلیہ التکلان رسالۂ مبارکہ پانچ فصول پر مشتمل ہے۔

فصلِ اوّل:

اس فصل میں مندرجہ ذیل فوائد ہیں: (ف ۱) تخارج کی تعریف جو یہ ہے کہ ورثہ باہم بتراضی (بہ رضامندی) صلح کرلیں کہ فلاں وارث فلاں شئے لے کر جدا ہو جائے (ف ۲) اس کا حاصل یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ وارث کہ جدا ہو گیا سرے سے معدوم تھا (ف ۳) اس کا حاصل یہ ہے کہ ترکہ میں جتنے سہام کل ورثہ کے لیے تھے ان میں سے اس وارث نے اپنے سہام پالیے اب باقی میں باقی وارثوں کے سہام رہ گئے تو واجب ہے کہ وہ باقی ان بقیہ کے سہام ہی پر تقسیم ہو۔ الخ۔ (ف ۴) اس وارث کو معدوم محض جان کر ترکے کی تقسیم "سراسر غلط اور بہ تصریح علماء کرام خلاف اجماع ہے۔" (ف ۵) تخارج کی تین صورتیں ہیں: (ف ۶) پہلی صورت میں یعنی جبکہ وہ مال جو ایک وارث لے کر جدا ہو گیا اس کے اصل استحقاق سے کم نہ ہو۔ واجب ہے کہ جو کچھ اس کے حصّے کا باقی رہا (بقیہ) سب وارثوں کو پہنچے نہ کہ صرف ایک اس زیادت کا مالک ہو جائے۔ اور پہنچنا بھی ضرور ہے کہ حصہ رسد ہو یعنی ہر ایک کو اسی حساب سے بڑھے جو اصل ترکے میں اس کا حق تھا۔ دوسری صورت میں جبکہ وہ شے جو ایک وارث لے کر جدا ہو گیا اس کے اصل استحقاق سے زیادہ ہو۔ (ف ۷) تو واجب ہے کہ وہ زیادت ہر ایک کے حق سے حصّہ رسد لیجائے نہ یہ کہ سارا بار ایک پر ڈالدیں۔ تیسری صورت میں یعنی جبکہ (ف ۸) مالِ ترکہ جو ایک وارث لے کر جدا ہو گیا اس کے حق کے برابر ہو۔ تخارج سے تقسیم میں کوئی کمی بیشی نہ ہو گی۔ بلکہ بقیہ ورثاء کو مال اسی حساب سے پہنچے گا جو عدم تخارج کی حالت میں پہنچتا۔ تخارج کا اثر صرف اسی قدر ہو گا جو اعیان (اشیاء معینہ) کی تقسیم کا ہوتا ہے کہ ہر شخص اپنا کامل حصّہ بے کم و بیش پاتا ہے حصے کہ ہر شے میں مشاع (شامل و غیر معین تھے) جدا ہو جاتے ہیں۔ (ف ۹) سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے مسئلہ کا جو حکم ارشاد فرمایا اس میں ہر صورت پر یہ میزانِ عدل اپنی پوری استقامت پر رہے گی۔ پھر اسے مثالوں سے واضح فرمایا جو محتاج شرح نہیں اپنے فتوٰی مبارکہ کی کامل توضیح کے بعد حضرت مولانا عبدالحی علیہ الرحمہ کے فتوٰی کی اغلاط کو آشکارا فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں: (ف ۱۰) لیکن وہ طریقہ جو مولوی صاحب نے اختیار کیا اس پر کسی صورت میں ہر گز عدل کا نام و نشان نہ رہے گا۔ اس جگہ مولوی عبدالحی صاحب علیہ الرحمہ کا مسئلہ مذکورہ میں جواب یاد کیجئے۔ ترکہ میت جو زیور و مکان وسامان جو (قیمتاً تین ہزار کا تھا) اور اکیس (۲۱)

ہزار کے نوٹوں پر مشتمل تھا اور وارث تین زوجہ لطیفن بہن فاطمہ بیگم، بھتیجہ، زوجہ کا اصل حصہ ۱/۴ تھا۔ یعنی چھ (٦) ہزار اسے پہنچتے تھے (مگر وہ [۱/۸] یعنی تین ہزار پر راضی ہو گئی اور تین ہزار اس نے چھوڑ دیے اور بہن کا حصّہ کل ترکہ کا نصف یعنی بارہ ہزار ہوا باقی بھتیجے کا) یہ وہی پہلی صورت کا تخارج کی ہے جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فتوی میں ذکر فرمائی۔ باقی اکیس ۲۱ ہزار کو مولانا موصوف علیہ الرحمہ نے فاطمہ بیگم و اسد علی میں نصف نصف بانٹ دیا اس پر ارشاد فرماتے ہیں: (ف۱۱) چار سخت شناعتیں لازم آئیں۔ (۱) کہ تین ہزار کہ حق زوجہ سے چھوٹے تھے دونوں کو ملنا چاہیے تھے بہن کو ایک حبّہ نہ پہنچا۔ (۲) ڈیڑھ ہزار اس کے اصل حصہ بارہ ہزار سے بھی کتر گئے یہ کس قصور کا جرمانہ تھا۔ (۳) بھتیجا تنہا اس زیادت کا مستحق نہ تھا حالانکہ صرف اس نے پائی۔ (۴) عورت نے تین ہی ہزار چھوڑے تھے بھتیجے کے چھ ہزار مل کر نو ہزار بنتے۔ حالانکہ اس نے ساڑھے دس ہزار پائے تو پندرہ سو کس کے گھر سے آئے۔ پھر فرماتے ہیں "دوسری صورت میں عورت کو اس کے حق سے چھ (٦) ہزار زیادہ پہنچ کر بقیہ بارہ ہزار بالمناصفہ (نصفا نصف) بٹے اور ویسی شناعتیں پیش آتیں الخ۔ آخر میں ایک بحث عربی میں فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں ایک طریقہ اور ہے جس پر بعض علما نے عمل فرمایا۔ میرے نزدیک وہ طریقہ ہمارے مسئلہ سے متعلق نہیں ہے اور اگر فرض کر لیا جائے تو اس پر فاطمہ بیگم کو تیرہ ہزار ایک سو پچیس اور اسد علی کو سات ہزار آٹھ سو پچھتر ملیں گے۔ ہم نے اسے اختیار نہ کیا کہ عمل (ف۱۲) اور فتوٰی قول راجح بالخصوص مذہب پر ہوتا ہے اور یہ طریقہ مجیب لکھنوی کے فتوی کے موافق نہیں تو ان کا جواب قطعاً خلاف اجماع ہے۔

فصل دوم:

اس فصل میں "شرح بسیط" کی ایک عبارت سے سوال ہے۔ شارح بسیط علیہ الرحمہ کو یہ خیال گذرا کہ اخوات عینیہ (حقیقی بہنیں) اور اخوات علائیہ صرف نبات و نبات الابن (بیٹوں اور پوتیوں) کے ساتھ عصبہ مع الغیر ہوتی ہیں۔ اس کا منشایہ تھا کہ عام کتابوں میں نبات الابن کے ساتھ ان سے نیچے درجہ کے نبات ابن الابن اور نبات ابن ابن الابن کو ذکر نہ کیا چنانچہ شارح بسیط نے صاف لکھ دیا کہ اقتصر علی نبات الا بن ولم یقل وان سفلن وکذا فی غیرہ من کتب الفرائض فدل ذلك علی ان السفا لة غیرُ معتبرة فی صیوو رتھن عصبة" الخ یعنی مصنف نے پوتیوں کے ذکر پر اکتفا فرمایا اور ان سے نیچے درجے میں پوتے کی بیٹیوں اور پر پوتے کی بیٹیوں کو ذکر نہ کیا اور ایسا ہی دوسری کتب فرائض میں کیا جس سے معلوم ہوا کہ اخوات کے عصبہ مع الغیر ہونے میں، سفلیات کا اعتبار نہیں ہے اس کے جواب میں ابتدا فتوٰی میں چند نفیس جملے ارشاد فرمائے جس سے شارح بسیط کی لغزش آشکار ہو گئی اور اشکال ایسا مندفع ہوا جیسے تھا ہی نہیں وہ جملے یہ ہیں (ف۱) بنت الابن حقیقتاً لغتاً یا عرفا سائعاً بنت ابن الابن وغیر ہاجملہ سفلیات کو متناول ہے۔ (ف۲) تصریح وان سفلت محض ایضاح وتاکید عموم ہے۔ (ف۳) تو عدم ذکر ہر گز عدم نہیں ہو سکتا ولہذا صدہا جگہ علما نے وہاں کہ عموم یقیناً ہے لفظ سفول ذکر نہ فرمایا۔ (ف۴) بلکہ بعض جگہ صرف ذکر بنت پر اقتصار فرمایا۔ حالانکہ نبات الابن وان سفلن قطعاً اس حکم میں داخل ہیں۔

چند عبارتوں سے اس کی مثالیں پیش فرمائیں جن میں سے بعض عبارات کا ترجمہ بہ طور فوائد ضمینہ ہدیہ ناظرین کرنا مناسب تھا مگر بخوف تطویل ترک کیا جاتا ہے عبارتوں کے پیش فرمانے کے بعد پھر فرماتے ہیں۔ (ف۵) اگر کہیں سفلیات کا حکم عالیہ کیخلاف ہوتا فقط عدم ذکر سفول پر قناعت نہ فرماتے بلکہ واجب تھا کہ نفی سفلیات بالتصریح بتاتے۔ (ف٦) ہمیشہ جس طرح بنات (بیٹیاں) نہ ہوں تو نبات الابن (پوتیاں) ان کی جگہ ہیں اور نبات ابن الابن (پرپوتیاں) نبات الابن کی جگہ اور نبات ابن ابن الابن، نبات ابن ابن الابن کی جگہ، یہ ہیں چند فوائد ضمینہ جو اردو عبارت میں معرض بیان میں آئے۔ (ف۷) نبتیں ابن الابن کے لیے یہاں یقیناً ثلثین ہے۔ (ف۸) اخوات (بہنوں) کے پانچ حال ہیں۔ ایک کو نصف زائد کو ثلثان (دو تہائی) بھائی کے ساتھ للذکر مثل حظ الانثیین نبات کے ساتھ عصوبت ابن واب وان سفل او علا (یعنی باپ، دادا، پردادا وغیرہ بیٹا، پوتا اور پرپوتا وغیرہ) کے ساتھ سقوط۔ (ف۹) کسی مسئلہ میں دوبار ثلثین جمع نہیں ہو سکتے۔ (۱۰) تین ان اصول میں ہے جن میں

کبھی عول نہیں آتا اسی طرح دو چار آٹھ میں عول نہیں ہوتا۔

فصل سوم:

میں مورث کی زندگی میں وارث سے اس کے حصے کے عوض کسی چیز پر صلح کی بابت سوال ہے جس کا جواب با صواب یوں ارشاد ہوا۔ (ف۱) وارث سے اس کے حصّہ میراث کے بابت جو صلح حیات مورث میں کی جائے تحقیق یہ ہے کہ باطل و بے اثر ہے اس سے وارث کا حق ارث اصلاً زائل نہیں ہوتا۔ (ف۲)ہاں اگر بعد موت اس پر رضامند ہی رہیں تو اب صحیح ہو جائیگی۔ پھر بزبان عربی ایک نفیس بحث فرمائی جو اس مسئلہ میں علماکرام کے تین اقوال کی تفصیل اور قول اول کی تقدیم و ترجیح اور قول ثانی (یعنی حیات مورث ہیں وارث سے اس کے حصّہ میراث کے عوض کسی چیز پر صلح ہو جانا) کے ابطال اور قول ثالث (یعنی حیات مورث میں وارث سے جو صلح ہوئی اس پر اگر سب ورثہ بعد موت رضامند رہیں تو اس کا جائز ہو جانا) کے اختیار پر مشتمل ہے یہ نفیس بحث جس کا عطر و خلاصہ پہلے ہی دو جملوں میں بیان فرما دیا کہ وارث سے اس کے حصّہ میراث کے بابت الخ ہم بحمدہٖ تعالیٰ نفع عوام کے لیے اس کا ترجمہ یہاں پیش کرتے ہیں۔ فنقول قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تفصیل مقام یہ ہے کہ اس مسئلہ میں روایات تین قسم پر ہیں اوّل بطلان صلح مذکور اور اس کی دلیل واضح ہے جس کے بیان کی حاجت نہیں اس لیے کہ وراثت مورث کی زندگی میں ثابت نہیں ہوتی تو جیسا وارث کے لیے حیات مورث میں کوئی حق ثابت ہی نہیں ہوا تو یہ صلح جو اس سے ہوئی ایک شی معدوم کے عوض ہوئی اور یہ باطل ہے۔ اور یہ امام محمد محرر مذہب حنفی کا صریح ارشاد ہے "جامع الفصولین" میں فرمایا کہ امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "سیر کبیر" میں یہ مسئلہ ذکر فرمایا ہے کہ مریض اگر کسی وارث کو اپنے مال میں سے کچھ اس کے حصّہ میراث کے بدلے دیدے تو یہ باطل ہے اھ دوم صلح مذکور کا جواز اور اس کے لیے کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی۔ اسی "جامع الفصولین" میں برترحف برائے "جامع الفتاوٰی" اس مسئلہ مذکور کے بعد یہ مسئلہ ذکر فرمایا کہ باپ نے اپنے ایک بیٹے کے لیے اس کے حصّہ میراث کے بدلے کوئی مکان کر دیا اس شرط پر کہ اسے باپ کے مرنے کے بعد ترکہ میں سے کچھ نہ پہونچے گا بعض نے کہا جائز ہے اور اسی پر بعض نے فتویٰ دیا اور بعض نے کہا ناجائز ہے الخ۔ یہ مسئلہ فصل ۳۴ کے آخر میں ذکر فرمایا۔

"اشباہ و نظائر" کے کتاب الفرائض میں فرمایا کہ شیخ عبد القادر نے "طبقات" میں باب ہمزہ میں احمد کے تحت فرمایا جرجانی نے "خزانہ" میں کہا وہ کہتے ہیں ابوالعباس ناطفی نے فرمایا کہ میں نے اپنے بعض مشائخ رحمہم اللہ کے خط سے یہ تحریر دیکھی اگر کسی شخص نے اپنے کسی بیٹے کو اس کے حصّہ میراث کے عوض مکان دیا اس شرط پر کہ اس کے بعد وہ ترکہ سے نہ پائے گا جائز ہے اسی پر فقیہہ ابو جعفر بن الیمانی مصاحب محمد بن شجاع بلخی نے فتویٰ دیا اور اس فتوی کی حمایت احمد بن ابی الحارث کے اصحاب اور ابو عمر وطبری نے کی اھ "اشباہ و نظائر" کے حاشیہ "غمز العیون" میں فرمایا اس مسئلہ کی وجہ صحت غور طلب ہے کہ وہ غیر ظاہر ہے اھ سوئم صلح مذکور کا جواز جبکہ وارث[1] بعد موت مورث اس پر راضی ہو "جامع الرموز" میں فرمایا خبر دار ہو، ناطفی نے اپنے بعض مشائخ سے یہ مسئلہ ذکر کیا ہے کہ مریض اگر کسی وارث کے لیے کوئی شئ مثلاً مکان معین کر دے اس شرط پر کہ باقی ترکہ میں اسے حق نہ پہنچے تو جائز ہے۔ بعض علمانے فرمایا کہ یہ اس صورت میں ہے جبکہ وارث مورث کے بعد اس پر راضی رہے تو میت کا معین کرنا ایسا ہوگا جیسے باقی ورثہ کا وارث کے ساتھ معین کرنا جیسا کہ "جواہر" میں ہے اھ یہ مسئلہ "ردالمحتار" کے کتاب الوصیۃ کے اوائل میں نقل فرمایا اور مزید دو قول گزشتہ "جامع الفصولین" کے نقل کئے چنانچہ فرمایا کہ بعض علمانے فرمایا صلح مذکور (حیات مورث ہیں) جائز ہے اور اسی پر بعض نے فتویٰ دیا اور کہا گیا کہ ناجائز ہے اور اسی قول ثانی (یعنی صلح حین حیات مورث) کی "جامع الفصولین" میں بہ حوالہ "سیر کبیر" مقدم رکھا تھا اس کے مقدم رکھنے کی حکایت کی طرف "ردالمحتار" میں اشارہ بھی نہ کیا۔ حالانکہ یہی قول اس باب میں نقل فرمایا ہے اگر چہ اس کا مستند بعض مشائخ کی تحریر نہ سہی حالانکہ خط میں اشارہ سے بھی تنزل کا شبہ ہے چہ جائیکہ صریح عبارت ہے اس لیے کہ میرے نزدیک علامہ حموی کے احکام کتابت میں اس قول پر کہ خط مفتی پر اعتماد جائز ہے (جس کا ماخذ علما کا یہ قول ہے کہ مفتی کے اشارہ پر اعتماد جائز ہے تو کتابت پر بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا) اسے اخذ کرنے میں نظر ہے۔ اگر چہ دل جمنے اور غلطی سے امن کی صورت میں خط پر عمل کرنے کو ہم جائز کہتے ہیں اور اسی لیے علمانے کتب

معروفہ متداولہ سے نقل کو بالا تفاق جائز رکھا جیسا کہ "فتح القدیر" میں افادہ فرمایا تو اس سب سے قطع نظر یہ قول جواز امام محمد علیہ الرحمہ کے صریح فرمان کے ساتھ ایک ٹانگ پر بھی نہیں کھڑا ہو سکتا۔ مطلقاً قواعد مذہب کے ناموافق ہونا جدا بات ہے۔ ہاں جو "جواہر" میں ذکر فرمایا(یعنی صلح مذکور بعد موت مورث جائز ہو جائے گی جبکہ سب ورثہ الخ) اس قول جواز کا اچھا محمل ہے اور اسی سے یہ قول قریب تحقیق ہو جاتا ہے اور اضطراب و اختلاف دور اور دونوں قولوں میں تطبیق ہو جاتی ہے مگر میرے نزدیک موت کے بعد تمام ورثہ کی رضامندی ضروری ہے نہ کہ تنہا اسی وارث کی رضامندی کافی جس سے میت نے صلح کرلی تھی اس لیے کہ تخارج وارثوں کے درمیان معاوضہ ومبادلہ ہے تو ان سب کی رضامندی ضروری ہے خصوصاً جبکہ ایک وارث کے لیے جو معین کیا گیا ہو وہ اس کے حق سے زائد ہو اور شاید صاحب "جواہر" نے اس امر کو ملحوظ رکھا کہ ایک وارث کے لیے اس کے حصّہ کے بدلے کسی چیز کی تعین غالباً اس کے حق سے کم یا برابر پر ہوتی ہے اور اس میں کوئی بات باقی ورثہ کے ناراضگی کی نہیں تو اسی لیے تنہا اسی وارث کی رضامندی کی شرط پر اکتفا فرمایا۔ اب اگر تم کہو کہ امام محمد محرر المذہب علیہ الرحمہ کا یہ فرمانا کہ مریض اگر اپنے اموال معینہ میں سے ایک وارث کو اس کے حق کے بدلے کچھ دیدے تو یہ باطل ہے، بطلان، حق وارث پر کیوں نہ محمول کیا جائے تو میں کہوں گا ہرگز نہیں اس لیے کہ وارثت جبری ہے کسی کے ساقط کیے ساقط نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جسے ثابت فرمایا اس کا ابطال کیسے جائز ہوگا اور تخارج عقد مبادلہ ہے نہ کہ اسقاط اور مبادلہ حق کو ثابت کرتا ہے نہ کہ ساقط کرتا ہے تو اگر مریض کا فعل نافذ ہونے کے لیے صالح ہے تو یہ کہا جائے گا کہ جو اس نے کیا صحیح ہے اور حق ثابت ہے نہ یہ کہ باطل ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ آگے یہ افادہ فرمایا کہ (ف۱) روپے کے حق سے روپوں پر تخارج قطعاً باطل ہے اگرچہ موت مورث ہو، آگے بقیہ کلام سے یہ فوائد حاصل (ف۲) صلح وتخارج ومبادلہ کے لیے ضروری ہے کہ وارث کے ساتھ دوسرا وارث یا موصی لہٗ۔(میت نے جس کے لیے وصیت کی ہو) ہوا کہ اس کا حاصل صرف اسقدر ہوگا کہ میراث سے میں نے اتنے روپے لے لیے باقی ترکہ سے مجھے تعلق نہیں یہ نہ کوئی عقد شرعی ہے نہ ایک مہمل وعدہ سے زائد کچھ معنی رکھتا ہے (ف) وصیت ثلث سے زائد میں بے اجازت وارث نافذ نہ ہوگی (ف) میت کی اجازت موصی کی حیات میں معتبر نہیں اگرچہ وارث نے صراحتہً اس وقت کہہ دیا ہو کہ میں نے ان وصیتوں کو نافذ کیا۔ (ف) مگر مریض کا وقف وغیرہ (وہ تصرف جو موصی کی زندگی ہی میں نافذ ہو اسکی موت پر موقوف نہ ہو) صحیح ونافذ ہے جبکہ وارث اسے جائز رکھے۔

فصل چہارم:

اس فصل میں مادر حقیقی کے علاوہ دیگر زوجاتِ اب اور جدۂ حقیقیہ کے علاوہ دیگر زوجاتِ جد کے میراث پانے نہ پانے کے بارے میں سوال ہوا۔ اور "درمختار" و "فرائض شریفی" کی عبارت میں لفظ "فصاعداً اَوْ اَکْثَرَ" فہاعداً او اکثر سے پیدا ہونیوالے شبہ کا ازالہ چاہا گیا نیز تصحیح کی مثالوں میں دو(۲)، تین (۳) اُمّ اور چار چھ بلکہ پندرہ جدّات کے ذکر کی وجہ دریافت کی گئی ہے۔

حسب عادت کریمہ صرف تین سطر میں شافی جواب عطا ہوا اس کے بعد بعض امور بطور افادہ ارشاد ہوئے جواب شافی یہ ہے "کہ آدمی کی اُمّ اور جدّہ وہی ہیں جن کے بطن کی طرف یہ منتسب ہو وہ اس کی اصل یہ ان کی فرع ہو باقی زوجاتِ اب وجد۔ اُمّ وجدّہ نہیں نہ ان کے لیے میراث سے کوئی حصّہ تصحیح کی مثالوں میں دو تین ام عامۂ کتب میں ایک دوسرے کی طرف مضاف مراد ہیں کہ دوسرے تیسرے درجہ کی جدۂ امیہ ہوئیں یعنی ام الام (نانی) اور ام ام الام (پرنانی) نہ یہ کہ اپنی دو تین ماں"

افادات عالیہ درج ذیل ہیں: (ف۱) تعدد آباء واُمہات کی دو نادر صورتیں ذکر فرمائیں۔(ف۲) تعدد امہات کی صورت میں سب ایک سدس یا ثلث میں جو کہ سہم مادر ہے شریک ہو جائیں گی۔ (ف۳) جدہ واقعی متعددہ ہوتی ہیں۔ جدہ اصل کی اصل ہوتی ہے آدمی کی اصلیں دو ہیں اب اور ام پھر ان دونوں اصلوں میں سے ہر ایک کی دو (۲) دو(۲) اصلیں ہیں ان چار میں دو (۲) مرد ہیں، دو (۲) عورتیں، یہ دونوں عورتیں جدہ صحیحہ ہیں۔ اس طرح جدات کا عدد ہر درجہ میں مضاعف ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ بیسویں درجہ میں

جدات کی تعداد دس لاکھ اڑتالیس ہزار پانچسو چھیتر ہو جاتی ہے جن میں سے نصف ابو یہ نصف امیہ ہوتی ہیں۔(ف۴) امیات میں کسی درجہ میں ایک سے زائد جدۂ صحیحہ نہیں۔ (ف۵) ابویات ہر درجہ میں بہ شمار اس درجہ کے صحیحہ ہو نگی باقی ساقط مثلاً پانچویں میں پانچ چھٹے میں چھ، ساتویں میں سات، علی ہذالقیاس۔ (ف۶) صحیحہ اور فاسدہ کی شناخت کے لیے چار نقشے درج فرمائے جن سے مذکورہ بالا بیانات مع تعداد جدات بآسانی منکشف ہو جاتے ہیں ان چار نقشوں میں سے تین نقشے خود حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کے استخراج کردہ ہیں۔

فصل پنجم:

اس فصل میں پہلا سوال پیش ہوا کہ ایک شخص نے وفات پائی اور اس نے ایک زوجہ تین بیٹیاں، تین پوتیاں اور دو حقیقی بھائی کے پوتے اور وارث چھوڑے اس کے ترکہ کو بعض علما نے یوں تقسیم کیا کہ بھائی کے پوتوں کے سبب سے پوتیوں کو عصبہ بقیرہ مان کر ترکہ میں حصّہ دیدیا۔ سائل نے "ردالمحتار" اور "شریفیہ" کے حوالہ سے لکھا کہ بنات الابن (پوتیاں) جس طرح اپنے حقیقی بھائی سے عصبہ ہو جاتی ہیں اسی طرح اپنے چچازاد بھائی سے بھی عصبہ ہو جاتی ہیں اور سوال میں مذکور بھائی کے پوتے وہ میت کے پوتیوں کے چچازاد بھائی ہیں لہذا وہ ان سے عصبہ ہو جائیں گی۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ مسئلہ مذکور میں بنات الابن (پوتیاں) بنات (بیٹوں) سے محجوب ہوں گی میت کے بھائی کا پوتا انھیں عصبہ نہیں بنائے گا پھر اس پر دس دلائل بیان فرمائے جن سے مسئلہ خوب واضح ہو گیا اور دلیل عاشر کی تقریر سے وہ شبہ بھی بالکلیہ دفع ہو گیا جو "ردالمحتار" اور "شریفیہ" کی عبارات میں غلط فہمی سے پیدا ہو گیا تھا دلائل کا خلاصہ تطویل کے خوف سے ترک کیا جاتا ہے۔

دوسرا سوال اس امر سے متعلق ہے کہ حق وارثت تقادم زمان سے ساقط ہوتا ہے یا نہیں۔ یہ سوال ایک صاحب سے ہوا انہوں نے جواب دیا کہ حق ارث تقادم زمان سے ساقط نہ ہو گا اور تائید جواب میں "درمختار و ردالمحتار" کی عبارتیں لکھدیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سلطان اسلام پندرہ سال گزرنے کے بعد اگر کسی دعوی کی سماعت سے منع فرمادے تو قاضی کو لازم ہے کہ اس مدت کے بعد دعوی نہ سنے اور اگر قاضی مدت مذکورہ کے بعد دعوی سن کر فیصلہ کرے گا تو نافذ نہ ہو گا سوائے وقف وارث اور عذر شرعی کی صورت کے یہ حکم ہر دعوی کا ہے جو مدت مذکورہ کے بعد کیا جائے پھر "ردالمحتار" سے بحوالہ حامدیہ یہ نقل کیا کہ صاحب فتاویٰ حامدیہ نے تین سوالوں کے جواب میں یہ لکھا کہ دعویٰ وارثت میں مسموع ہو گا اور درازی مدت اس کی سماعت سے مانع نہ ہو گی اور پھر اسی "ردالمحتار" سے بحوالہ "اشباہ" وغیرہ یہ نقل کیا کہ حق درازی مدت سے ساقط نہیں ہوتا لہذا خود "اشباہ" میں فرمایا کہ سلطان جب کہ اپنے قاضی کو مدّت مذکورہ کے بعد سماعت دعوی سے منع فرمادے تو اس پر واجب ہے کہ مدعی کا دعوی خود سنے یا اس کے سماع کا حکم دے تاکہ اس کا حق ضائع نہ ہو پھر اس پر صاحب "ردالمحتار" نے فرمایا کہ "ظاہر یہ ہے کہ سلطان پر دعوی سننا یا سماعت کا حکم دینا اس وقت واجب ہو گا جب کہ مدعی کے دعوی میں فریب کے آثار ظاہر نہ ہوں۔ "درمختار" و "ردالمحتار" کی پہلی عبارتوں سے بادی النظر میں یہ خیال ہوتا ہے کہ مدت مذکورہ گزر جانے کے بعد وقف وارث کے سوا کوئی دعویٰ قاضی نہ سنے گا سوائے عذر شرعی کی صورت کے کہ وہ مستثنیٰ ہے مگر یہ تردّد اپنی جگہ رہتا ہے کہ عذر شرعی نہ ہونے کی صورت میں وقف وارث کے دعوے بھی نامسموع ہوں یا کیا۔ نظر صائب یہ فیصلہ کرتی ہے کہ بلاعذر شرعی اتنی مدت مدید کے بعد یہ دعوی بھی نامسموع ہوں۔ مگر "درمختار" کی عبارت ابہام سے خالی نہیں بلکہ "ردالمحتار" میں جو "فتاویٰ حامدیہ" سے مطلقاً نقل کیا کہ دعوے وارثت کی سماعت سے درازی مدت مانع نہ ہو گی اس سے یہ وہم اور قوت پکڑ جاتا ہے کہ مدت مذکورہ کے بعد دعوے وقف وارث میں عذر شرعی کی شرط نہیں بلا عذر شرعی بھی مسموع ہو گا۔ پھر اشباہ کا ارشاد کہ حق درازی مدت سے ساقط نہیں ہوتا۔ عبارات سابقہ سے تعارف کا وہم پیدا کرتا ہے اسکے جواب کی طرف صاحب "ردالمحتار" اور خود مجیب نے اشارہ کر دیا کہا یک مدت معینہ کے بعد دعوی کی عدم سماعت اس صورت میں ہے جبکہ مدعی پر آثار فریب ظاہر ہوں مگر اس سے عبارتوں میں ابہام اور وہم تعارض کا کامل علاج ہوا نہ مسئلہ کا حق تنقیح ادا ہوا۔ اس کے لیے ماہر تنقیح مظہر

فقیہ النفس سیدی الکریم اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے قلم حق رقم کو جنبش ہوئی تو مسئلہ کے دو پہلو روشن ہوئے۔

ایک نفس الامر جس کا حکم یہ ظاہر فرمایا کہ (ف۱) کوئی حق ثابت جو کسی وقت خاص سے مقید نہ ہو درازی مدت سے ساقط نہیں ہو تا خواہ وارثت ہو یا اور کوئی چیز۔ (ف۲) اس پر آیات واحادیث اور قیامت کے دن جزا و سزا کا عقیدہ اجماعیہ شاہد عدل ہیں یعنی اللہ کے نزدیک درازی مدت سے حق ساقط ہو جاتا تو جزا و سزا اور بندوں میں باہم حقوق کا مطالبہ اور (ف۳) ظالم و مظلوم میں نیکیوں اور بدیوں کا تبادلہ (ف۴) اور مظلوم کی برائیاں ظالم کے سر ڈالنا کچھ نہ ہو تا کہ بندہ کا بندہ پر کوئی حق ہی نہ رہا۔

دوسرا دارالقضا میں دعوی کی سماعت یہاں بھی محض مرور زمانہ کسی دعوی و وراثت یا غیر وراثت کے عدم سماعت میں دخل نہیں رکھتا۔ بلکہ عدم سماعت کی دو وجہ ہیں۔ ایک یہ کہ حیلہ سازی و طمع فاسد کا سدّباب کیا جائے یہ فقہاء کرام کا اجتہادی حکم ہے اور متون و شروح وفتاوی سب اس پر ناطق ہیں (ف۵) اور اس باب میں وراثت وغیرہ یکساں ہیں (ف۶) اور عند التحقیق یہ حکم کسی معینہ مدت سے محدود نہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً زید کے پاس ایک گھر ہے جس میں وہ تصرفات مالکانہ مدت دراز سے کر رہا ہے اور عمرو بھی اسی شہر میں رہتا ہے اور وہ اس کے تصرف پر مطلع ہو کر بلا عذر شرعی مدعی نہیں ہوتا۔ حالانکہ دعوی کے موانع مفقود ہیں اور اس کے اسباب ومقتضیات موجود۔ اب عمرو اٹھکر مدعی ہو تا ہے اور کہتا ہے کہ یہ گھر میرا ہے ہرگز نہ سنیں گے اگرچہ یہ دعویٰ کرے کہ یہ گھر میرے باپ کی یا فلاں مورث کی میراث ہے کہ عمرو کا تصرف زید پر مطلع ہو کر بلا وجہ دعوی میں تاخیر کرنا اس کے مکر کی دلیل ہے اور اس امر کا قرینہ ہے کہ گھر زید کا ہے تو اس کا سکوت گویا ملکِ زید کا اقرار ہوا تو جیسے کہ اگر صراحۃً عمرو اقرار کرتا کہ گھر زید کا ہے پھر اپنے لیے بے وجہ مدعی ہوتا۔ دعویٰ نہ سنتے اسی طرح یہاں بھی نہ سنیں گے اور ظاہر ہے کہ اس جگہ وراثت وغیر وراثت کا حکم یکساں ہے ہاں اگر زید مقر ہو کہ یہ گھر عمرو کے مورث کی ملک تھا اور میں نے اس سے خریدا ہے تو دعوی کا رنگ دوسرا ہو جائے گا اور اب زید مدعی ہو گا اور عمرو مدعا علیہ لہٰذا اب زید کہ وہ مدت مدیدہ کے تصرفات اسے فائدہ نہ دیں گے بلکہ اپنے دعوی پر بیّنہ قائم کرنا ہو گا۔ (ف۷) دوسرا سبب عدم سماعت دعوی کا فرمانِ سلطان ہے (ف۸) یہی وہ چیز ہے جس میں دعوی وراثت اور دوسری باتوں کے دعوی ایک دوسرے سے مختلف ہو جاتے ہیں اور اس میں راز یہ ہے کہ (ف۹) قضا سلطان اسلام کا بخشا ہوا منصب ہے (ف۱۰) جو زمان ومکان واشیاء واشخاص کی تخصیص کو قبول کرتا ہے لہٰذا سلطان اسلام قاضی کو جس دعوی کی سماعت سے ایک مدت کے کے بعد مثلاً پندرہ برس یا ایک ماہ یا دو تین روز منع فرمادے خاص اس دعوی کے حق میں قاضی معزول ہو گا اور اسے اس کی سماعت کا حق نہ پہنچے گا۔ (ف۱۱) مال یتیم وغائب اور وقف وارث وغیرہ میں کل یا بعض کا استثناء یہیں سے پیدا ہو تا ہے لہٰذا جس زمانے کے سلطان نے قضاء کو مطلق رکھا علمانے بھی اسے مطلق رکھا اور جسے اس نے مقید کیا اسے علمانے بھی مقید فرمایا۔ (۱۲) اور یہاں بھی وراثت اور غیر وراثت کا معاملہ یکساں ہے چنانچہ سلطان اگر خاص دعوی وراثت کی سماعت سے منع فرمادے تو وہی نا مسموع ہو گا اور دوسرے دعوے مسموع ہوں گے کہ اسباب میں اختیار بدست شہریار ہے بس اس سے مسئلہ کی تنقیح اور عبارتوں میں تطبیق حاصل۔ آگے اسی مضمون کی عبارتوں سے تائید فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وانا

الفقیر الی رحمۃ ربہ الغنی محمد اختر رضا خاں القادری الازھری غفرلہٗ ولوالدیہ و لمن لہٗ حق علیہ بجاہ حبیبہ الامین المکین لدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ اصحبہ الکرام وکل منتھی الیہ۔

۱؎ یہاں ایک قید واجب الملاحظہ فروگذاشت ہوگئی۔ سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے کلام میں اس پر تنبیہ فرمائی گئی ہے جو آتی ہے فقہا کرام کی عبارات پر ایسی تنبیہات اعلیٰ حضرت کا خاصہ ہیں۔ (ازھری غفرلہٗ)

قندیل الانوار ترجمہ جدّ الممتار

مولانا حامد علی علیمی، استاد جامعہ علیمیہ اسلامیہ، کراچی

الحمد للہ ربّ العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین الیٰ یوم الدین ○

امابعد: امام اہلسنت مولانا امام احمد رضا خان حنفی علیہ الرحمۃ کے "ردالمحتار" پر حواشی بنام "جد الممتار" (عربی) پر تحقیق و تخریج کا کام کرتے ہوئے اس بات کی تمنا رہی کہ کاش کوئی ان تمام حواشی کا اردو میں ترجمہ کردے تا کہ ہر خاص وعام کو ان کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکے۔ خوش قسمتی سے ان حواشی کے ترجمہ کے بارے میں سنا کہ مفتی اہلسنت حضرت علامہ مولانا غلام یٰسین صاحب امجدی اعظمی علیہ الرحمۃ نے "جد الممتار" کا ترجمہ کیا ہے جو بنام "مد الابصار" مکتبۂ ماجد الازہری، سعود آباد ملیر، کراچی سے شائع ہو چکا ہے، چنانچہ دار العلوم قادریہ رضویہ، سعود آباد ملیر، کراچی پہنچ کر اپنے استادِ محترم علامہ مولانا قاری عطاالرحمن صاحب زید مجدہ کی معرفت صاحبزادہ ظفر الدین فہید اعظمی سے ملاقات کا شرف ملا۔ دورانِ گفتگو آپ نے بتایا کہ والدِ ماجد نے علمائے اہلسنت کے حکم پر ترجمہ کرنے کے اس کام کا بیڑا اٹھایا تھا اور بحمدہ تعالیٰ خوش اسلوبی سے اسے پورا کر دیا۔ میں نے پوچھا: کیا تمام جلدوں کا مکمل ترجمہ کیا ہے؟ تو فرمایا: نہیں، اس وقت جس قدر ضرورت تھی اتنا ہی کیا یعنی جلد اول کتاب الطہارۃ تک، باقی کا ترجمہ کرنا باقی ہے جو آپ لوگ اپنے استاد محترم (یعنی علامہ عطاء الرحمن صاحب) کی زیرِ نگرانی کریں۔ چنانچہ ہمت کر کے ۲۷ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ بمطابق ۱۰ جولائی ۲۰۱۰ء بروز ہفتہ، جلد دوم کتاب الصلوٰۃ سے اس کا ترجمہ کرنا شروع کیا باوجود اس کے کہ مترجم کو اپنی کم علمی و بے مائیگی کا پورا احساس ہے۔ تادمِ تحریر (۱۶ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ) کچھ مصروفیات کے باعث یہ کام موقوف ہو گیا ہے۔ یقیناً یہ ترجمہ مفتی صاحب کے ترجمہ کی طرح نہ ہے اور نہ ہو سکتا، تاہم آپ علیہ الرحمۃ کے اسلوب کو مقدور بھر برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے۔ حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی دامت برکاتہ العالیہ کے حکم پر اپنی اس کاوش کو "مد الابصار" کا تکملہ شمار کیا ہے جس کا نام "قندیل الانوار" تکملہ "مدّ الابصار" اردو ترجمہ "جد الممتار" رکھا گیا ہے۔

ترجمہ کرتے وقت مندرجہ ذیل کام کیے گئے ہیں:
(۱) حتی المقدور ترجمہ کو آسان زبان میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ (۲) فی الوقت شامی کا حوالہ قولہ کے ساتھ درج نہیں کیا گیا تاہم ان شاء اللہ بعد میں کتابی صورت میں شائع کرتے ہوئے تمام حوالہ جات حاشیہ میں نقل کیے جائیں گے۔ (۳) موضوعات کو قائم کیا گیا ہے۔ (۴) "تنویر الابصار"، "الدر المختار" اور "رد المحتار" کی عبارت کو **"قولہ:"** سے ظاہر کیا گیا ہے۔ (۵) جبکہ "جد الممتار" کی عبارت کو **"قال الرضا:"** سے ممتاز کیا گیا ہے۔ (۶) **"قولہ"** کی تفہیم کے لیے نفسِ مسئلہ کو در مختار و شامی سے بیان کر کے "قولہ" اور "قال الرضا" بیان کیا گیا ہے تا کہ قاری بلا مراجعتِ شامی مسئلہ کو آسانی سے سمجھ سکے۔ (۷) ترجمہ کرتے وقت دو محقق نسخوں سے مدد لی گئی ہے ایک "مکتبۃ المدینہ" کراچی کا شائع کردہ ہے جبکہ دوسرا "دار اہل السنہ" کراچی کا ہے۔ (۸) اصل عربی عبارت بھی ترجمہ کے ساتھ شامل کی ہے تا کہ اگر کہیں ترجمہ کرتے وقت غلطی ہو گئی ہو تو اہل علم اصلاح فرمادیں۔ (۹) فی الوقت ردالمحتار میں موجود مختلف مطالب کو شاملِ ترجمہ نہیں کیا گیا۔ (۱۰) اور آخری چیز یہ کہ فی الحال کسی بھی موضوع پر خود کوئی تبصرہ نہیں کیا تاہم ان شاء اللہ تعالیٰ اس ترجمے کی تکمیل کے بعد موقع مناسب سے مفتی صاحب کی طرز پر تبصرہ بھی پیش کیا جائے گا۔ تلك عشرۃ کاملۃ۔

کتاب الصلوٰۃ

موضوع: نماز و روزہ کا حکم۔

درّ ممتار میں نماز کی فرضیت کے دن، تاریخ اور سال لکھنے کے بعد حدیث نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں اور انہیں اس (کے ترک) پر مارو جب وہ دس سال کے ہو جائیں" اور فرمایا: روزہ صحیح قول کے مطابق نماز کی طرح ہے۔

قوله: (والصّوم كالصّلاة على الصحيح):

أقول: لكن أخرج المَوْهِبي في "فضْلِ العلْم" عن ابن عبّاس رضي الله تعالى عنهما قال: قالَ رسول الله صلّى الله تعالى عليه وسلّم: ((تجب الصّلاة على الغلام إذا عقَل، والصَّوْم إذا أَطاق، والحُدود والشّهادة إذا احْتَلَم))، فيه جُوَيْبِر الأَزْديّ، والله تعالى أعلم.

قوله: روزہ صحیح قول کے مطابق نماز کی طرح ہے۔

قال الرضا: میں کہتا ہوں، لیکن موہبی نے "فضلِ علم" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لڑکے پر نماز واجب (فرض) ہوتی ہے جب وہ عقل مند ہو جائے اور روزہ، جب وہ اسکی طاقت رکھے اور حدود و گواہی، جب وہ بالغ ہو جائے"۔ اس روایت میں جُویبر ازدی نام کا راوی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

موضوع: وہ کام جن کے کرنے سے کوئی کافر، مسلمان ہو جاتا ہے۔

علامہ شامی ان امور کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جن کے کرنے سے کوئی کافر، مسلمان ہو جاتا ہے:

قوله: (وقراءة القرآن يكون به مُسلماً):

هذا عجيبٌ! فرُبّ كافرٍ يقرء القرآن، بل كان لبعض الخُلَفاء العبَّاسيّة كاتبٌ نصرانيّ حفظ القرآن، وكان يقتبس منه في منشآته، ثُمّ رأيت العلاّمة المحشّي تعقّبه في آخر القولة.

قوله: اور قرأتِ قرآن کرنے سے مسلمان ہو جائے گا:

قال الرضا: یہ عجیب بات ہے! کتنے ہی کافر قرآن پڑھتے ہیں بلکہ کسی عباسی خلیفہ کا کاتب نصرانی تھا جسے قرآن یاد تھا اور وہ اپنے خطبات میں اس سے اقتباس لیا کرتا تھا۔ پھر میں نے علامہ محشی کو دیکھا کہ آپ نے اس عبارت کے آخر میں اس قاعدہ کا تعقب فرمایا ہے۔

باب الاوقات

موضوع: صبح صادق کب معتبر ہوتی ہے؟

علامہ شامی فجر کے اول وقت کے بارے میں در مختار کے قول پر کہ "فجر کے بیان کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اسکی ابتداء وانتہا (اوّل و ثانی) میں کوئی اختلاف نہیں" فرماتے ہیں: یعنی آنے والی سطور میں، "حلیہ" میں ابن امیر الحاج نے فرمایا: ہاں! صبح صادق کے پہلے طلوع ہونے، اس کے چھا جانے یا پھیل جانے میں مشائخ کا اختلاف ہے، جیسا کہ زاہدی کی شرح میں محیط سے نقل کیا گیا ہے۔

قوله: قال في "الحلبة": نعم في كون العبرة بأوّل طلوعه أو استطارته أو انتشاره احتلاف المشايخ كما في "شرح الزاهدي" عن "المحيط":

والعبد الضعيف يقول وبالله التّوفيق: إنّ الكتاب والسنّة ناطقان بأنّ بداية الصّوم والصّلاة من طلوع الفجر ولَم يوميا قطّ إلى أنّها بعد مضي جانبٍ منه، لكنّ الطلوع حقيقيّ لا يعلمه إلاّ الله ومَن شاءَ الله، وعرفيّ متبيّن لعامّة الأنظار، ولا يكون إلاّ بعد مضي طرفٍ منه عند الله تعالى، ولَم يكلّفنا ربّنا إلاّ بما لنا إلى علمه سبيل، وذلك حين التبيّن، قال تعالى: ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ﴾ [البقرة: ١٨٧] فمراد الثاني: هو تبيّنه وظهوره ولا يكون إلاّ بعد مضي شيء منه، ومراد الأوّل: أوّل تبيّنه أوّل ما يبدو للناظر ويقع اليقين ويذهب الشكّ؛ لأنّ وجود الليل كان معلوماً فما لَم يعلم وجود الفجر لا يذهب الليل بالشكّ فاتفق القولان وبالله التوفيق.

قوله: صبح صادق کے پہلے طلوع ہونے، اس کے چھا جانے یا پھیل

جانے میں مشائخ کا اختلاف ہے، جیسا کہ زاہدی کی شرح میں محیط سے نقل کیا گیا ہے۔

قال الرضا: بندۂ ضعیف اللہ کی توفیق سے کہتا ہے کہ کتاب وسنت اس پر ناطق ہیں کہ روزہ اور نماز طلوع صبح صادق سے شروع ہوتے ہیں اور ان دونوں (قرآن وسنت) میں سے کسی نے کبھی بھی یہ اشارہ نہ کیا کہ ان کی ابتداء طلوع صبح صادق کے کچھ بعد سے ہے۔ مگر طلوع کی دو قسمیں ہیں: طلوع حقیقی: جسے اللہ تعالیٰ اور جسے وہ بتائے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور دوسری طلوعِ عرفی: جو عام نظروں کے لیے واضح ہے اور عند اللہ یہ کچھ وقت گزرنے کے بعد ہوتی ہے اور ہمارے رب نے ہمیں اس کام کا مکلف بنایا ہے جس کی طرف ہمارے لیے کوئی راستہ ممکن ہے اور وہ روشن ہونے کا وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ترجمہ: "اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہر ہو جائے۔۔"۔ (بقرہ۲: آیت: ۱۸۷)۔ پس دوسری قسم سے مراد اس کا روشن اور ظاہر ہونا ہے اور یہ نہ ہو گا مگر کچھ وقت گزرنے کے بعد اور پہلی قسم سے مراد اس کا پہلا ظہور ہے جو دیکھنے والے کو نظر آتا ہے، جس سے یقین ہوتا ہے اور شک زائل ہو جاتا ہے، کیونکہ رات کا ہونا معلوم ہے پس جب تک صبح کا طلوع ہونا معلوم نہ ہو تو شک سے رات نہیں جائے گی۔ لہٰذا اس طرح دونوں اقوال میں موافقت ہو گئی اور توفیق، اللہ کی طرف سے ہی ہے۔

موضوع: اصطخری شافعی کے قول کا کوئی اعتبار نہیں۔

علامہ شامی طلوعِ فجر سے متعلق دو اقوال کی وضاحت کے بعد امام طحاوی اور ابن منذر سے نقل کرتے ہیں کہ اس بات پر مسلمانوں کا اجماع ہے، حیلہ میں فرمایا: پس اس قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا جو اصطخری شافعی کا ہے کہ جب فجر روشن ہو جائے تو وقت ختم ہو جاتا ہے اور اس کے بعد سے طلوعِ آفتاب تک نماز قضا ہوتی ہے۔

قوله: قال في "الحلبة": فلا يلتفت إلى ما عن الإصطَخريِّ من الشافعيّة: من أنّه إذا أسفر الفجرُ يخرج الوقت، وتصير الصّلاة بعده إلى الطلوع قضاءً اهـ:

هو متفرّد بهذا كتفرّده بأنّ الظّل إذا بلغ المثلين خرج وقت العصر، وتصير الصّلاة بعده إلى الغرَوب قضاء كما في "الحلبة" أيضاً.

قوله: پس اس قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا جو اصطخری شافعی کا ہے۔

قال الرضا: وہ اس مسئلہ میں اسی طرح منفرد ہیں جیسے اس مسئلہ میں ہیں کہ جب سایہ دو مثل ہو جائے تو عصر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور اُس کے بعد سے غروبِ آفتاب تک نماز قضا ہوتی ہے جیسا کہ یہ مسئلہ بھی "حلبہ" میں ہے۔

موضوع: صبحِ کاذب کس طرح غائب ہوتی ہے؟

علامہ شامی، طلوع صبح صادق کی در مختار میں کی گئی تعریف کہ وہ لمبی اور پھیلی ہوئی سفیدی ہے نہ چوڑی مستطیل پر کلام کرتے ہوئے صبح صادق و کاذب کی تعریف یوں کرتے ہیں: لہٰذا اعتبار صبحِ صادق کا ہے اور یہ افق میں پھیلی ہوئی وہ سفیدی ہے جس کی روشنی آسمان کے اطراف میں پھیل جاتی ہے نہ کہ صبحِ کاذب کا اعتبار کیونکہ یہ وہ لمبی سفیدی ہے جو آسمان میں بھیڑیے کی دُم کی طرح لمبی سی ظاہر ہوتی ہے پھر اس کے بعد اندھیرا آتا ہے۔

قوله: فالمعتبر الفجر الصادق، وهو الفجر المستطير في الأفق -أي: الذي ينتشر ضوءه في أطراف السماء- لا الكاذب، وهو المستطيل الذي يبدو طويلاً في السماء كذنب السِّرحان -أي: الذئب- ثم يعقُبُه:

ليس هكذا كما نصّ عليه علماء الفنّ كالقطب الشيْرازي وغيره، ويشهد به المشاهدة، بل يكون تحته ظلمة، ثم يطلع المستطير فيغيب فيه المستطيل.

قوله: لہٰذا اعتبار صبحِ صادق کا ہے اور یہ افق میں پھیلی ہوئی وہ سفیدی ہے جس کی روشنی آسمان کے اطراف میں پھیل جاتی ہے، نہ کہ صبحِ کاذب کا اعتبار کیونکہ یہ وہ لمبی سفیدی ہے جو آسمان میں بھیڑیے کی دُم کی طرح لمبی سی ظاہر ہوتی ہے پھر اس کے بعد اندھیرا آتا ہے:

قال الرضا: یہ بات اس طرح نہیں، جیسا کہ علمائے فن نے اس کی وضاحت کی ہے جیسے قطب شیرازی وغیرہ نے، نیز اس پر مشاہدہ ہے، بلکہ اس (صبحِ کاذب) کے نیچے اندھیرہ ہوتا ہے پھر پھیلی ہوئی سفیدی طلوع ہوتی ہے اور اس میں لمبی سفیدی غائب ہو جاتی ہے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا محدثانہ مقام

پروفیسر کنور سلطان احمد

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے ان عظیم علماءِ کرام میں سے ہیں جن کے علم وبصیرت پر زمانہ ناز کیا کرتا ہے۔ تفسیر قرآن ہو کہ حدیث و اصول حدیث، اسلامی فقہ ہویا شعر و سخن، ادب و تاریخ ہو یا ریاضی و سائنسی علوم ہر شعبے میں امام احمد رضا کو مہارتِ تامہ اور بصیرتِ کاملہ حاصل تھی۔ کئی درجن علوم وفنون میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شاہکار تصانیف یادگار ہیں۔ فتاویٰ رضویہ کے نام سے بارہ ضخیم جلدیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا انتہائی شاندار اور بے مثل کارنامہ ہے جسے دیکھ کر فتاویٰ عالمگیری کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جو اورنگزیب کے عہد کے سو سے زیادہ علما وفقہاءِ کرام کی مشترکہ کاوش ہے جبکہ فتاویٰ رضویہ اعلیٰ حضرت کی اکیلی ذات کے علم وفضل کا شاہکار ہے۔ اس میں شامل احادیثِ کریمہ کی تعداد 3591 ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں کہیں ضمناً اور کہیں تفصیلاً حدیث و معرفت حدیث اور مبادیاتِ حدیث ایسی نفیس اور شاندار بحثیں ہیں کہ اگر انہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ و مسلم رحمۃ اللہ علیہ بھی دیکھتے تو داد دیے بغیر نہ رہ سکتے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ کتاب اللہ کے بعد احادیثِ کریمہ کی اہمیت مسلم ہے۔ اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی مسئلے کو بیان کرنے کے لیے سب سے پہلے قرآنِ مجید کی آیات پیش کیں پھر احادیثِ مبارکہ تحریر کیں اور اس کے بعد فقہی جزئیات کے ساتھ ائمہ و فقہا و علماءِ کرام کے اقوال پیش کیے۔ اس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہر مسئلے کی تحقیق اور ثبوت میں دلائل کے انبار لگادیے اور مسئلہ زیرِ بحث کے کسی بھی گوشۂ کو تشنۂ تکمیل نہیں چھوڑا۔ جہاں ایک حدیث مبارکہ کے ذکر کردینے سے مسئلہ حل ہوجائے وہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کئی کئی احادیث برجستہ وبرمحل پیش کرتے ہیں۔ گویا فقہ کی نہیں بلکہ حدیث کی کتاب لکھنا چاہتے ہوں۔ اپنی اسی خصوصیت کی بنا پر وہ اپنے معاصر علما میں ممتاز نظر آتے ہیں۔ کتبِ حدیث کی جتنی بھی اقسام ہیں ان تمام کے حوالہ جات آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں جا بجا ملتے ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تمام اصنافِ کتبِ حدیث سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

علم حدیث کے حوالے سے فنِ تخریج حدیث کی اہمیت مسلمہ ہے اور اس کے فوائد سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اس بنیادی اور اہم فنِ حدیث میں بھی اہم خدمات سرانجات دی ہیں۔ اس سلسلے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دو کتب انتہائی اہم ہیں۔ پہلی "الروض البھیج فی آداب التخریج" اور دوسری "النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب"۔ معرفت حدیث پر تحقیق کے سلسلے میں درج ذیل کتب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بصیرت ومہارت ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

۱: "منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین" ۲: "الھاد الکاف لا حادیث الضعاف" ۳: "حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین" ۴: "مدارج طبقات الحدیث" ۵: "الفضل الموہبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذہبی۔"

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سے زائد کتب حدیث پر حواشی تحریر کیے ہیں جن میں سے صحاح ستہ کے حواشی نہایت جامع اور مفید ہیں۔ ان حواشی کی خاص بات یہ ہے کہ یہ عام مصنفین کی طرح عربی و فارسی متون و شروح سے ماخوذ نہیں بلکہ یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ذاتی و اجتہادی افادات و اضافات ہیں۔ لہٰذا یہ حواشی بذاتِ خود مستقل تصانیف کی حیثیت رکھتے ہیں۔

علوم وفنون میں علم اسماء الرجال کو نہایت مشکل اور ادق خیال کیا جاتا ہے، مگر امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی خداداد صلاحیت اور قابلیت اور علمی سطوت کے مقابل یہ فن اپنی دقت وپیچیدگی کے باوجود بھی سہل

معلوم ہوتا ہے۔ محسوس یوں ہوتا ہے کہ انھوں نے صرف اسی فن میں مہارت حاصل کرنے کی زندگی بھر جدوجہد کی ہے لیکن آپ علیہ الرحمہ کے معمولاتِ زندگی پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ دیگر علوم پر بھی انھوں نے بھرپور توجہ دی ہے۔ اسی لیے فن اسماء الرجال سے متعلق جتنے بھی علوم وفنون ہیں ان سب پر آپ علیہ الرحمہ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ علماء فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی طرح اسماء الرجال کا جاننے والا پچھلے چار سو سال میں پیدا نہیں ہوا۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی تصانیف میں جہاں احادیث مبارکہ کا بحرِ ذخار ملتا ہے وہاں معرفت حدیث، طرقِ حدیث اور عللِ حدیث پر بھی شاندار بحثیں ملتی ہیں جن سے حدیث کے صحیح وضعیف، حسن وموضوع، معلول ومنکر وغیرہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ متنِ حدیث کے ساتھ ساتھ سند حدیث پر بھی جابجا بحثیں ملتی ہیں اور راویوں کے احوال و آثار اور ان کی ثقاہت وغیر ثقاہت کی معرفت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اعلیٰ حضرت راوی کی حیثیت پر بھی بحث کرتے ہیں جو کہ قبول روایتِ حدیث میں بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔

عموماً یہ مشہور ہے کہ آپ علیہ الرحمہ صرف ایک مولوی اور نعت خواں شاعر تھے اور بس، لیکن درج بالا سطور اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ علیہ الرحمہ ایک عظیم محدث بھی تھے جو فن وعلم حدیث کے جملہ گوشوں پر دسترس رکھتے تھے۔ وہ فن اصول حدیث ہو یا فن روایت ہو یا فن درایت، فن جرح و تعدیل ہو یا فن اسماء الرجال۔ آپ علیہ الرحمہ ہر شعبے میں ایک بے مثال، ماہر اور فقید المثال محدث نظر آتے ہیں۔ آپ کی تصانیف جلیلہ سے استفادہ کرنا چاہیے تاکہ آپ علیہ الرحمہ کی علمی عظمت آشکار ہوسکے۔

جو رضا کے محب ہیں مل بیٹھیں
ختم سارے تنازعات کریں

ڈاکٹر مولانا شاہ محمد تبریزی القادری کے لیے اعزاز

جامعہ، کراچی نے پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری جاری کردی

اراکین ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹر نیشنل کی جانب سے مبارکباد

جہانِ سنّیت، عالم رضویت، حلقۂ قارئین ترجمان اہلِ سنّت "معارفِ رضا" میں یہ بات از حد خوشی وانبساط کا باعث ہوگی کہ معارفِ رضا کے سابق نائب مدیر، معروف صحافی مولانا شاہ محمد تبریزی القادری کو جامعہ کراچی نے کلیہ معارف اسلامیہ میں تحقیق پر ڈاکٹر آف فلاسفی، (Ph.D) کی ڈگری عطا کی ہے۔ ڈاکٹر تبریزی نے ایک ہزار صفحات پر مشتمل اپنا ضخیم مقالہ "عہد نبوی ﷺ کی نعتیہ شاعری" کے موضوع پر تحریر کیا ہے۔ اس موضوع پر ڈاکٹریٹ کے لیے لکھا جانے والا یہ پہلا مقالہ ہے، جس میں ڈیڑھ سو سے زائد صحابہ رضی اللہ عنہم وصحابیات رضی اللہ عنہن کا نعتیہ کلام یکجا کیا گیا ہے۔ یہ مقالہ سات ابواب پر مشتمل ہے، جس میں شاعری کے حوالے سے قرآن کا نقطۂ نظر، احادیث نبویہ ﷺ کی روشنی میں شاعری، حضور ﷺ کا ذوقِ شعری، شعرائے خاندانِ رسالت ﷺ کی نعوت، صحف قدیم میں نعوت نبویہ ﷺ، جنات کی نعتیہ شاعری، نعتیہ شاعری میں سوانحی، حیاتی اور تاریخی عناصر کا ارتقاء، حضور ﷺ کی ولادت سے ایک ہزار سال قبل (اب سے ڈھائی ہزار قبل) کہی گئی نعت، شعر کی حکمت و عظمت، اولین عربی نعتیہ قصائد اور عہد نبوی ﷺ کے غیر مسلم شعراء وشاعرات کا نعتیہ کلام جیسے دقیق موضوعات بھی شامل ہیں۔

اس پر مسرت موقع پر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹر نیشنل، کراچی کے صدرِ ادارہ حضرت علامہ مولانا سید وجاہت رسول قادری، جنرل سیکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، جوائنٹ سیکریٹری پروفیسر دلاور خاں، فنانس سیکریٹری عبید الرحمٰن، بانی رکن عبد اللطیف قادری، آفس سیکریٹری ندیم احمد ندیم قادری نورانی و دیگر اراکین و عہدیداران نے ڈاکٹر مولانا شاہ محمد تبریزی القادری کو سندِ پی ایچ۔ڈی ملنے پر مبارک باد دی ہے۔ ڈاکٹر تبریزی نے اپنا یہ مقالہ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری اور پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری کی نگرانی میں مکمل کیا ہے۔

رابطہ محقق ڈاکٹر شاہ محمد تبریزی: گھر: 021-34506241، سیل: 0332-3464357،
آفس: 021-32629561, 021-32216831

رضویات میں حضرت فیض ملت قدس سرہٗ کی خدمات

محمد فیاض احمد اویسی رضوی (مدیر ماہنامہ ''فیض عالم'')

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رحمۃ للعالمین ﷺ

امام احمد رضا رضی اللہ عنہ ایک ایسی عظیم شخصیت کا نام ہے جسے قدرت نے تحفظ ناموس رسالت وتجدید دین اور مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کے لئے ہندوستان کے شہر بریلی میں ۱۰ شوال المکرّم ۱۲۷۲ھ۔۱۴ جون ۱۸۵۶ء بوقت ظہر پیدا فرمایا۔ والدِ ماجد مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمۃ نے آپ کا نام ''محمد'' تجویز فرمایا اور جد امجد مولانا رضا علی خاں علیہ الرحمۃ نے ''احمد رضا'' اور تاریخی نام ''المختار'' رکھا گیا جس سے آپ کا سنِ ولادت ۱۲۷۲ھ برآمد ہوتا ہے۔ خداداصلاحیت تھی کہ بچپن میں انہوں نے بڑی تیزی کے ساتھ جلدی جلدی کامیابی کے تمام مراحل طے لئے اور منصبِ امامت وقیادت پر انہیں فائز کردیا گیا۔ قدرت نے انہیں عالم اسلام اور خاص کر برصغیر کے سادہ لوح مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے بریلی شریف میں پیدا فرمایا۔ یہ وہی تھے جو آگے چل کر دنیائے اسلام کی ایک عظیم عبقری شخصیت بن کر ابھرے جن کو علمائے عرب وعجم نے ''مجدد دین وملت'' تسلیم کیا۔

وہ امام احمد رضا جنہوں نے سب سے پہلے اُس وقت ''دوقومی نظریہ'' کا پرچار کیا۔ جب قائد اعظم اور علامہ اقبال بھی متحدہ قومیت کے حامی تھے۔ امام احمد رضا ایسے عالم ہیں کہ جنہیں ہر علم پر دسترس حاصل ہے۔ وہ کونسا فن ہے جو ان کی گرفت میں نہ ہو۔ ایسے مفتی کہ ان کے ''فتاویٰ رضویہ شریف'' کی صرف چند جلدوں کے مطالعہ کے بعد شاعرِ مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بے ساختہ کہا ''میں نے دور آخر میں ان (مولانا احمد رضا خاں) جیسا فقیہہ نہیں دیکھا۔ مولانا جو رائے ایک بار قائم کر لیتے ہیں اُسے دوبارہ بدلنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ اپنا موقف ہمیشہ خاصی سوچ وبچار کے بعد اختیار کرتے ہیں۔ (سرمستیٔ عشق رسول ﷺ کی وجہ سے اگر) ان کی طبیعت میں شدت نہ ہوتی تو وہ اپنے دور کے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہوتے۔

وہ امام احمد رضا جنہیں دنیا آج اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مجدد دین وملت فاضلِ بریلوی کے نام سے یاد کرتی ہے۔ جو اس صدی کے مجدد برحق ہیں رضی اللہ عنہ یقیناً یہ القاب واعزازات انہیں کو زیبا ہیں مثلاً پروانہ شمع رسالت، امام اہلِ سنّت، مجدد دین وملت، حامی سنّت، ماحی بدعت شیخ طریقت رہبر شریعت، رأس الفقہا والمحدثین، زینتِ مسندِ رُشد وارشاد، شیخ الاسلام والمسلمین علامہ مولانا قاری الحافظ، مفتی الشاہ عبدالمصطفیٰ احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان۔ جن کا وجود دینِ متین کی رونقوں کا باعث بنا۔ جن کی برکت سے گلشنِ اسلام کے مُرجھائے ہوئے پھولوں پر پھر سے بہاریں نمودار ہوئیں۔ جن کی زندگی کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ اور اس پیارے محبوب رسول ﷺ کی عظمتوں کا پرچار کرنا۔ خود فرماتے ہیں کہ

اُنھیں جانا اُنھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

شان اُلوہیت اور مقام رسالت اور صحابہ واہلبیت عظام محبوبانِ خدا اولیاء کرام کے خلاف زبان درازی کرنے والوں کو اپنے قلم کے خنجر کے وار سے ذلت کی موت اتار دینا تھا۔

کلک رضا ہے خنجر خوں خوار برق بار
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

ایک جگہ اور فرمایا

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت نے زندگی بھر دینِ متین کی حمایت میں گزار دی اور لوگوں کے دلوں میں عشقِ رسالت ﷺ کی شمع کو روشن

کیا۔ ایک سو سے زائد علوم وفنون پران کی علمی روحانی، تعلیمی، تبلیغی، تدریسی اور تصنیفی، اشاعتی خدمات کے بارے میں کچھ کہنا یا لکھنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ سچ ہے ۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضاؓ کی ان بے مثال خدمات کو سراہتے ہوئے دنیا بھر کی پچاس سے زائد یونیورسٹیوں میں کام ہورہا ہے کئی خوش نصیب حضرات نے ان کی زندگی کے مختلف گوشوں پر ڈاکٹریٹ (پی ایچ ڈی) کی ہے۔ ان پر مقالہ جات لکھنے والوں کے صرف اگر نام لکھے جائیں تو دفتر درکار ہیں۔ کئی علماء ومشائخ عظام نے رضویات کے موضوع پر بے شمار مدلّل ومحققانہ کتابیں تصنیف فرماکر اس جلیل القدر امام کی بارگاہ میں خراجِ عقیدت پیش کیا۔ پاک وہند میں جن محققین علماء کرام نے رضویات پر کام کرنے کا اعزاز حاصل کیا ان میں سے چند ایک نام بطور برکت درج ہیں مثلاً ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین بہاری، صدرالافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی، حضرت محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد محدث فیصل آبادی، ماہر رضویات علامہ ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری مجددی، حکیم امت حضرت قبلہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری بانی مجلس رضا (لاہور)، شرف ملت حضرت علامہ عبد الحکیم شرف القادری (لاہور) نباض قوم پاسبان مسلک رضا علامہ حاجی ابوداؤد محمد صادق رضوی (بانی رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ) حضرت علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی (بانی جہان رضا لاہور) علامہ عبدالستار ہمدانی وغیرہم قابلِ قدر ہیں۔ ہمارے ملک میں ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی رضویات پر کام کرنے والوں کے لیے نہایت ہی اہم کردار ادا کررہا ہے۔ آج حکومتی ایوان سے لیکر علمی دیوانوں تک نغماتِ رضا کی گونج ہے۔ اس کا سہرا ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے سر ہے۔ علاوہ ازیں بہت سارے ادارے ہیں جو مصروف بہ کار ہیں۔

چونکہ اس مقالہ میں صرف حضور فیض ملت کا رضویات کے کام کے حوالہ سے کچھ عرض کرنا مقصد ہے تو آمدم برسر مطلب۔ فقیر اپنے اس موضوع سے متعلق چند محترم ممتاز قلمکار حضرات کے مقالہ جات کی مدد سے اپنی تحریر کو مزّین کرتا ہے۔ سید صابر حسین شاہ برہان شریف اپنے مقالہ میں لکھتے ہیں کہ: ''ماضی قریب میں امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کو یہ انفرادی اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے مختلف موضوعات پر ایک ہزار تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔''

عصر حاضر میں آپ کے شیفتہ وفریفتہ فیض العلماء علامہ محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی نے تین ہزار سے زائد تصانیف صفحۂ قرطاس پر لا کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی یاد تازہ کردی ہے۔ ۔

احمد رضا کا تازہ گلستاں ہے آج بھی
خورشید علم ان کا درخشاں ہے آج بھی

(الحدائق میانوالی کا مفسر اعظم پاکستان نمبر' ماہنامہ فیض عالم بہاولپور)

انڈیا میں اہلسنت کے قلمکار محترم جناب نعیم احمد جسولی حضور فیض ملت مفسر اعظم پاکستان قدس سرہٗ کے بارے اپنے مقالہ میں لکھتے ہیں کہ: ''اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات کے مختلف گوشوں کو اجاگر کرنے کے سلسلے میں گزشتہ کئی برسوں سے علمائے کرام محققین اور دانشوران ملت نے جو خدمات تحریر وتقریر کے ذریعے انجام دی ہیں وہ لائق تحسین ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج عالم اسلام میں امام احمد رضا کے نام اور کام کا ڈنکا بج رہا ہے۔ اب تک کافی کتابیں آپ کی حیات وکارناموں پر مشتمل شائع ہوکر جہانِ سنیت کو مستفید کررہی ہیں۔ ناشرین افکار ونظریات رضا اور مداحان رضا میں۔ ملک پاکستان کی معروف علمی شخصیت مفسر اعظم پاکستان شیخ القرآن فیض ملت حضرت علامہ الحافظ الحاج محمد فیض احمد اویسی کا نام سرفہرست ہے۔ جن کی ذات اہلسنت وجماعت میں سرمایہ افتخار کی حیثیت رکھتی ہے۔''

ولادت:

حضرت علامہ فیض احمد اویسی صاحب بن مولانا نور احمد قدس سرہ ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں حامد آباد ضلع رحیم یار خان (بہاولپور) کے مقام پر پیدا ہوئے۔ (مفتی اعظم اوران کے خلفاء ص 540/1)

تعلیم وتربیت:

موصوف نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل فرمائی اور اپنی خداداد علمی صلاحیت کی وجہ سے چند اساتذہ سے درس نظامی سے فارغ ہوکر محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ سے دورہ حدیث فرماکر جامعہ رضویہ فیصل آباد سے ۱۳۷۲ھ بمطابق ۱۹۵۲ء میں بیس سال کی عمر میں سند الفضیلت وعالمیت حاصل کی۔چونکہ فیض ملت نے شروع ہی سے دینی خدمات کے لیے کمر باندھ لی تھی اور مسلسل اسی کار خیر میں مصروف رہنے کا عزم مصمم کرلیا تھا۔اس لیے چند دنوں بعد اپنے علاقہ بہاولپور میں ایک دینی ادارہ بنام جامعہ اویسیہ رضویہ قائم فرمایا جہاں تاہنوز تشنگان علوم اپنی پیاس بجھا رہے ہیں اور اشاعت دین کا کام بحسن وخوبی انجام پارہا ہے۔

بیعت وخلافت:

فیض علماء نے حضرت خواجہ محمد الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل کیا اور حضور مفتی اعظم ہند علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت واجازت سے نوازا۔حضور مفتی اعظم ہند کے نامور خلفاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

تصنیفات وتالیفات:

پروردگار عالم نے حضرت فیض ملت کو گوناگوں فضائل وکمالات عطا فرمائے ہیں اعلیٰ ذہن رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جہاں آپ ایک متحرک وفعال مدرس،مفسر،مفتی اور مدبر ہیں وہیں قدیم المثل تصانیف کثیرہ کے مصنف بھی ہیں تصنیف وتالیف آپ کا بہترین مشغلہ ہے۔جس سے آپ کو بہت دلچسپی ہے یہی وجہ ہے کہ زمانہ طالب علمی سے لیکر اب تک مسلسل لکھ رہے ہیں اور تادم تحریر مختلف عناوین پر ہزار سے زائد علمی اور تحقیقی کتابیں تالیف فرماچکے ہیں جو یقیناً آپ کا یادگار کارنامہ ہے۔حضرت فیض العلماء کی تصانیف جہاں اہل علم ودانش کو مستفید کرتی ہیں وہیں عوام بھی ان سے بہت مستفیض ومستفید ہوتے ہیں اس لئیکہ آپ کی تصانیف قرآن واحادیث اور اقوال صحابہ وائمہ وعلماء سے مدلل اور مبرہن ہوتی ہے اور اعتقادی اور علمی اصلاح کا بھی بہترین ذریعہ ثابت ہوتی ہیں اب تک سینکڑوں کتب ورسائل شائع ہوکر منظر عام آچکے ہیں۔اور بقول علامہ سید صابر حسین شاہ بخاری "عصر حاضر میں آپ (امام احمد رضا) کے فریفتہ فیض العلماء علامہ فیض احمد اویسی مدظلہ نے ڈھائی ہزار سے تصانیف صفحہ قرطاس پر لاکر اعلیٰ حضرت کی یاد تازہ کردی ہے"۔(افکار رضا ممبئی۔اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۸ء ص ۵۱،جبکہ تادم وصال تصانیف کی تعداد چار ہزار سے متجاوز ہوچکی تھی)

اعلیٰحضرت سے عقیدت ومحبت:

حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت فیض العلماء کو جوعقیدت اور قلبی لگاؤ ہے وہ آپ کی تصانیف ورسائل میں بخوبی عیاں ہے۔اپنی زندگی کے قیمتی لمحات مسلک حقہ اہلسنت جماعت (مسلک اعلیٰ حضرت) کے فروغ اور اس کی ترویج واشاعت میں صَرف کرتے ہیں۔جب کوئی کتاب یا رسالہ تصنیف فرماتے ہیں امام احمد رضا کا ذکر کرنا نہیں بھولتے بلکہ جابجا تصنیفاتِ امام احمد رضا سے قیمتی حوالہ جات اپنی کتابوں میں درج فرماکر انہیں مستند بنانے کی کوشش کرتے ہیں یہی وجہ ہے آپ کی کتابوں میں رضوی فیضان کی برکھا برس رہی ہے۔(نعیم احمد جسولی ماہنامہ اشرفیہ اعظم گڑھ انڈیا)

امام احمد رضا رضی اللہ عنہ سے حضرت فیض ملت نور اللہ مرقدہٗ کی عقیدت

مفسر اعظم حضرت فیض ملت قدس سرہٗ امام احمد رضا رضی اللہ عنہ سے نہایت عقیدت ومحبت رکھتے ہیں۔اس کا اظہار بھی فرمایا مثلاً اپنے آبائی گاؤں کا نام اپنے جدامجد مولانا محمد حامد اویسی اور اعلیٰ حضرت کے بڑے شہزادے سیدی حضرت حجۃ الاسلام علامہ محمد حامد رضا کے نام پر حامد آباد رکھا۔اپنے تعلیمی ادارہ کا نام خواجہ اویس قرنی سہیل الیمنی رضی اللہ عنہ کی نسبت سے اویسیہ اور امام احمد رضا کی نسبت سے رضویہ تجویز کیا۔الحمد للہ جامعہ اویسیہ رضویہ دینی تعلیم اور مسلک رضا کے فروغ کے لیے ملک پاکستان میں عظیم ادارہ ہے جہاں سے ہزاروں تشنگان علوم اپنی پیاس بجھارہے ہیں۔جون ۱۹۸۹ء سے ان کی سرپرستی میں شائع ہونے والے جریدہ ماہنامہ''فیض عالم''بہاولپور کے سرورق پر بفیضان

کرم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان لکھنے کا فقیر کو حکم فرمایا:

تقریباً اپنی ہر تصنیف میں امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کی تحقیق کو اپنے پیش نظر رکھتے تھے۔ملک محبوب الرسول قادری کو انٹرویو دیتے ہوئے مختار کل کے عقیدہ کے بارے جواب دیا کہ اختیاراتِ مصطفیٰ ﷺ عطائے خدا ہیں۔آپ جملہ عالمین کے ذرہ ذرہ میں جس طرح چاہیں جیسے چاہیں باذن اللہ تعالیٰ تصرف فرمائیں۔اس کی بہترین توجیہات امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''سلطنت المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ'' میں بیان فرمائی ہیں۔ان کے فیض وکرم سے فقیر کی تصنیف ''اختیار الکل لمختار الکل'' بھی خوب ہے۔ایک اورسوال کے جواب میں فرمایا: خضاب سیاہ کا استعمال مکروہِ تحریمی ہے اس پر امام اہلسنت شاہ احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ کا رسالہ ''حک العیب فیتسوید الشیب '' خوب ہےان کے فیض سے فقیر کی تصنیف'' کالا خضاب کا استعمال'' بھی قابل مطالعہ ہے۔غرضیکہ امام احمد رضا کی تحقیق کو حرف آخر جانتے تھے۔

اپنی معروف تفسیر''فیوض الرحمٰن اردو ترجمہ روح البیان'' کے ترجمہ سے پہلے ابتدائیہ کے تحت سبب تالیف ترجمہ پر اپنا اظہار خیال اس طرح فرمایا ہے''ناکارہ وآوارہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ عرض پرداز ہے کہ فقیر نے زمانہ طالب علمی میں اپنے اکابر اہلسنت سے تفسیر روح البیان کا بہت غلغلہ سنا تھا۔مخالفین اہلسنت نے اسے ضعیف وغیر معتبر گردانا۔تحصیل علوم وتکمیل فنون کے بعد ۱۳۷۱ھ ۱۹۵۱ء میں اپنے گاؤں حامد آباد ضلع رحیم یار خاں میں تعلیم وتدریس میں مشغول ہوگیا انہی دنوں تفسیر ابن کثیر کا اردو ترجمہ شائع ہوا۔عوام میں یہ تاثر پیدا کر دیا گیا کہ یہ زمانہ قدیم کی معتبر تفسیر ہے۔حالانکہ ابن کثیر ابن تیمیہ کا شاگرد اوراس کے مذہب ومسلک کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگانے والا اور خارجی مذہب ومسلک کا پیروکار تھا۔اس نے تفسیر ابن کثیر میں اہلسنت کے خلاف بہت کچھ لکھا۔یہ تفسیر اہلسنت و جماعت کے عقائد کے بھی خلاف ہے اور مسلک حنفیت کے بھی

''آگے چل کر حضرت فیض ملت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ سے اپنی نسبت اورعقیدت ومحبت کا نذرانہ نچھاور کرتے ہوئے اپنی نیاز مندی کا ثبوت اس طرح دیتے ہوئے نظر آتے ہیں''فقیر نے ترجمہ میں کسی قسم کی ترمیم یا اضافہ نہیں کیا۔محض اس نیت سے کہ عوام تفسیر کے مطالعے کے بعد خود اس نتیجہ پر پہنچیں اور سمجھیں کہ گیارہویں صدی ہجری میں عقائد ومسائل یہی تھے جن کی امام اہلسنت مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ نے چودہویں صدی ہجری میں ترجمانی کی ہے''۔

(فیوض الرحمٰن اردو ترجمہ روح البیان پارہ اوّل)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی تحقیق کے خلاف جو تحقیق کرے وہ؟

مسلک حق اہلسنت کے عقائد ومعمولات میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کی تحقیق کے خلاف تحقیق کو گمراہی جانتے تھے۔چنانچہ ملک محبوب الرسول قادری کو انٹرویو دیتے ہوئے ایک سوال کے جواب میں فرمایا: یہ ''تحقیق کم ہے تخریب زیادہ ہے۔اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ '' ہمچو ما دیگرے نیست'' کا مرض چمٹ گیا ہے۔خود کو محقق بلکہ مجتہد تک سمجھتے ہیں۔یہاں تک کہ اعلیٰ حضرت کی تحقیق پر اپنی غلط تحقیق کو ترجیح دیتے ہیں۔محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے اور فقیر نے بھی تجربہ کیا جو سنی ہو کر اعلیٰ حضرت کی تحقیق پر اپنے نظریہ کو ترجیح دیتا ہے تو وہ ہزاروں ٹھوکریں کھاتا ہوا گمراہی کی طرف چلا جاتا ہے (فقیر تو دعا ہی کرسکتا ہے) اور کیا عرض کروں۔''

الحدائق فی الحقائق شرح حدائق بخشش

حضور فیضِ ملت مفسر اعظم قدس سرہٗ نے امت مسلمہ کی رہبری ورہنمائی کے جہاں ہزاروں رسائل اور بیش بہا کتب تصنیف وتالیف فرمائیں وہاں آپ نے اہلسنت کے جلیل القدر امام مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے بہت ضخیم کتب و رسائل تحریر فرمائے ہیں ان میں امام الکلام کلام الامام امام اہلِ سنّت کے عشق رسول ﷺ میں لفظ لفظ ڈوبا ہوا نعتیہ ''دیوانِ حدائقِ بخشش''

کی شرح بنام ''الحدائق فی الحقائق'' معروف ''شرح حدائق بخشش'' ۲۵ مجلدات میں نہایت شہرۂ آفاق ہے۔

شرح حدئق کے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں'' فقیر اویسی نے جب سے ہوش سنبھالا تو امام احمد رضا قدس سرہٗ کا تعارف دیوان ''حدائق بخشش'' کے نام سے ہوا جوں جوں زندگی منزلیں طے ہوتی رہیں ان سے عقیدت ومحبت میں اضافہ ہوتا رہا'' (شرح حدائق بخشش)

حقیقت ہے کہ امام احمد رضا کی عظیم عبقری شخصیت آج کسی تعارف کی محتاج نہیں رہی بریلی شریف کی سرزمین سے طلوع ہونے والے آفتاب ومہتاب کی علمی شعاعوں سے پوری دنیائے اسلام روشن ہو رہی ہے یہی وجہ ہے یہ ہستی اہل اسلام کے دلوں کی دھڑکن بن چکی ہے۔ امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کو خالق کائنات نے بے شمار اوصاف وکمالات سے مالا مال فرمایا تھا جس کا اندازہ امام موصوف کی حیات وکارناموں کے مطالعہ سے بخوبی ہو جائے گا لیکن آپ کے تمام اوصاف میں نمایاں سب سے زیادہ اور نرالا وصف عشق رسول کریم ﷺ ہے جو آپ کے رگ وپے میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا جس کو آپ نے اپنی متاع زیست قرار دیا۔ فرماتے ہیں۔

اللہ کی سرتابقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

اسی عشق رسول میں شفتگی وفریفتگی نے جہاں سنیت میں آپ کو امام عشق ومحبت کا عمدہ لقب دیا۔ محبت وعشق رسول ﷺ میں آپ اتنے ڈوبے ہوئے تھے کہ آپ کی ہر ادا میں سنت نبوی کے جذبے نظر آتے اسی عشق رسول اور وارفتگی مصطفیٰ ﷺ کو آپ نے اپنی شاعری میں پیش کیا ۔مولانا محمد علی جوہر نے ڈاکٹر محمد اقبال کے لیے کہا تھا کہ انہوں نے مسلمانوں کے دل قرآن کی طرف پھیر دیئے لیکن مولانا احمد رضا کا اعجاز شاعری یہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے دل صاحب قرآن کی طرف پھیر دیئے نعتیہ شاعری کا کمال یہ ہے کہ اس سے شاعر کے کمال فن کا نہیں کمالِ عشق کا سکہ دل پر بیٹھ جائے۔'' حدائق بخشش'' امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری پر مشتمل دو جلدوں میں ہندوپاک سے متعدد بار شائع ہو چکا ہے جس کے متعلق علامہ محمد منشاء تابش قصوری نے بڑی عمدہ بات کہی ہے کہ'' قصیدہ بردہ شریف کے بعد اردو زبان میں اگر نعتیہ کتاب کو مقبولیتِ آفاقی کا شرف ملا تو امام اہلسنت مجدد دین وملت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے عدیم المثال دیوان ''حدائق بخشش'' کو حاصل ہوا جس کا ایک ایک شعر قرآن وحدیث کا ترجمان اور تفسیر معلوم ہوتا ہے ہر نعت ہر قصیدہ ایک خاص لذت اور عجیب کیف وسرور رکھتا ہے ایک صدی سے براعظم ایشیاء کے مسلمانوں کے ایمان وایقان میں حدائق بخشش اضافہ کا باعث بن چکا ہے۔ امام احمد رضا کے کلام ایسے اشعار نہیں جن کو ہر ایک سمجھ سکے بلکہ ان کے کلام میں قرآن وحدیث کی ایسی ترجمانی کی گئی ہے کہ ان کو بلند فہم اور عربی' فارسی اور اردو زبان میں دسترس رکھنے والا عالم ہی سمجھ سکتا ہے جس کا ایک ایک شعر محبت خدا ورسول (جل جلالہٗ ﷺ) میں مستغرق ہو کر پڑھنے کے قابل ہے اس لیے عرصہ دراز سے یہ ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ کوئی فاضل اس اہم نعتیہ دیوان کی صحیح تشریح وتوضیح کردے تاکہ ہر عام وخاص ان اشعار کو سمجھ کر مستفیض ومستفید ہو سکے۔ حالانکہ اس سے قبل چند حضرات نے حدائق بخشش کے منتخب اشعار کی اجمالی شرح لکھی تھی لیکن پورے دیوان رضا کی مفصل اور مکمل توضیح وتشریح کرنے والی ذات کا نام ہے فیض رضا حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی مدظلۃ العالیٰ (بہاولپوری) جنھوں نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا اور پچیس جلدوں میں ہزاروں صفحات پر پھیلا کر فروغ افکار رضا کے ایک جدید باب کا اضافہ کیا ہے ماہر رضویات حضرت علامہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری مدظلہٗ تحریر فرماتے ہیں؛ علامہ (فیض احمد) اویسی صاحب نے جامعہ رضویہ فیصل آباد میں قیام (۱۹۵۲ء) کے دوران شرح کا آغاز کیا پھر وہ لکھتے رہے یہاں

تک کے پانچ ضخیم مجلدات تیار ہوگئیں جس کی پہلی جلد شائع کی جارہی ہے یہ ایک فکری اور علمی شرح ہے جس کا مقصد مسلک اہلسنت کا تحفظ ہے امام احمد رضا نے قرآن وحدیث اوراقوال سلف کی روشنی میں عقائد اہلسنت کو اپنے اشعار میں سمویا ہے حضرت علامہ اویسی صاحب نے ان کو شرح وبسط سے بیان فرمایا ہے شرح میں پہلے حل لغات ہے پھر فائدہ اس کے بعد شرح خلاصہ اور واقعات وغیرہ کی تفصیل (شرح حدائق بخشش جلداول تقدیم ص۱۲) حدائق بخشش کی شرح کا آغاز اور وجہ شرح خود شارح موصوف کی زبانی ملاحظہ کریں لکھتے ہیں "دوران تصانیف ایک دن خیال آیا کہ حدائق بخشش کی شرح بھی لکھ ڈالو اس میں عشق رسول ﷺ کا سمندر موجزن ہے فقیر کو اس سے ایک بوند نصیب ہوجائے اس کا آغاز تو کردیا لیکن "قلمے دارم در ہے نہ دارم" کا بندنہ ٹوٹ سکا لیکن ہمت نہ ہاری اس پر لکھتا ہی رہا با لآخر پانچ مجلدات معرض وجود میں آئیں اور شرح میں صرف ایک پہلو سامنے رکھا یعنی امام احمد رضا خاں کا کلام قرآن وحدیث اوراسلاف کے عقائد کا ترجمان ہے اگر ہر پہلو پر گفتگو ہوتو اس کے کئی ضخیم مجلدات تیار ہوں لیکن چونکہ مجھے صرف اورصرف مسلک حق اہلسنت کا تحفظ مدنظر ہے اس لیے امام احمد رضا قدس سرہ کے اشعار کی شرح قرآن وحدیث اورعبارات اسلاف سے عرض کروں گا" (شرح حدائق بخشش جلداول ص ۱۵) علامہ اویسی صاحب نے جس عرق ریزی اور مسلسل تگ ودو کے ساتھ اس اہم کارخیر کو انجام دیا یہ ان کا حصہ ہے کلام رضا کی شرح میں آپ نے علم کے دریا بہادیئے ہیں ایک ایک شعر کی شرح بسا اوقات ۸،۸،۱۰،۱۰ صفحات پر پھیلادی ہے جس کو دیکھ کر جہاں امام احمد رضا کے عشق رسول ﷺ میں مستغرق ہونے کا پتہ چلتا ہے وہیں شارح موصوف کی علمی جلالت اور دینی بصیرت وبصارت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے حلقہ علم وادب اورارباب فکرونظر کے درمیان زبان وادب کی چاشنی لئے ہوئے ہے۔ (مقالہ محترم نعیم احمد جسولی انڈیا)

حضرت علامہ محمد سراج الدین شریفی 98 مغل پوری سہرام، بہار (انڈیا) اپنے مقالہ میں شرح حدائق بخشش" کے متعلق یوں رقمطراز ہیں: "حدائق بخشش" کی اردو شرح ہے جو پچیس مجلدات پر پھیلی ہوئی ہے۔اور ہر جلد پانچ سو صفحات سے زائد کی ہے۔خوش قسمتی ہے آج یہ قیمتی شاہکار نقوش طباعت کے مراحل سے گزر کر مقبول عام و خاص ہو چکے ہیں۔" (فیض عالم ماہنامہ بہاولپور)

فیضِ ملّت کی رضویات سے متعلق چند خصوصی تصانیف

(۱) امام احمد رضا اورفنِ تفسیر (۲) امام احمد رضا اورعلم الحدیث (۳) امام احمد رضا کا درسِ ادب (۴) امام احمد رضا اوراحادیثِ موضوعہ (۵) امام احمد رضا اور مسئلہ وحدۃ الوجود (۶) امام احمد رضا اور سلاسل اربعہ (۷) تفسیر امام احمد رضا (۸) اسانید امام احمد رضا (۹) کیا اعلیٰ حضرت بریلوی مادرزاد ولی تھے؟ (۱۰) امام احمد رضا اور مشائخ وعلماء بہاولپور (۱۱) الحقائق فی الحدائق (۲۵ جلدیں) (۱۲) الاحادیث السنیہ فی الفتاوی الرضویہ (۵ جلدیں) (۱۳) الدرۃ البیضاء فی فقہ الشاہ احمد رضا (۱۴) کنز الایمان پر اعتراضات کے جوابات (۱۵) امام احمد رضا کا فقہائے سلف سے اختلاف اوراس کی نوعیت (۱۶) امام احمد رضا کی کرامات (۱۷) تفسیر امام احمد رضا (۱۸) جان ایمان کنزالایمان (۱۹) حاشیہ قصیدہ نور (۲۰) دوقومی نظریہ اورعلماء اہلسنت (۲۱) رضویات (۲۲) رضوی پاکٹ (۲۳) سلب الغوائت عن مسلک اعلیٰ حضرت (۲۴) فیوض الرضا فی اصول الافتاء (۲۵) امام احمد رضا کا بچپن

الشاہ امام احمد رضا کاوصال با کمال ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ جمعۃ المبارک ہندوستان کے شہر بریلی میں ہوا ۲۵ویں کی نسبت سے رضویات پر حضور فیض ملت قدس سرہٗ کی تصانیف وتالیف کی تعداد ۲۵ ہے دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہم سب کو عشق رسول کریم ﷺ میں مسلک حق اہلسنت پر زندگی گذارنے کی توفیق بخشے۔آمین بحرمت سید الانبیاء والمرسلین ﷺ وعلیٰ آلک واصحابک اجمعین.

ڈاکٹر امین میاں برکاتی اور حاجی رفیق برکاتی صاحبان کو صدمہ

ا۔ مارہرہ شریف کے بزرگ احسن العلما سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں برکاتی علیہ الرحمۃ کی زوجہ اور ڈاکٹر سید محمد امین میاں برکاتی مدظلہ العالی کی والدۂ ماجدہ بروز منگل، ۲۸/ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ / ۴ر جنوری ۲۰۱۱ء کو رحلت فرماگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

۲۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی کے سرپرستِ اعلیٰ حاجی محمد رفیق برکاتی پردیسی کے بھتیجے اور سیلانی ویلفیئر کے ٹرسٹی حاجی عبدالمجید پردیسی کے صاحبزادے محمد محسن پردیسی بروز بدھ ۱۴ر صفر المظفر ۱۴۳۲ھ /۱۹ر جنوری ۲۰۱۱ء کو افریقہ میں ایک ٹریفک حادثے میں جاں بحق ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون. ان کی نمازِ جنازہ حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی کی امامت میں ادا کی گئی۔

ادارے کے صدر صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری، جنرل سیکریٹری پروفیسر مجید اللہ قادری، نائب صدر مولانا محمد عرفان ضیائی، جوائنٹ سیکریٹری پروفیسر دلاور خاں نوری، فنانس سیکریٹری عبید الرحمٰن، بانی رکن حاجی عبداللطیف قادری، آفس سیکریٹری ندیم احمد ندیم قادری نورانی و دیگر اراکینِ ادارہ وعملہ دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام

تصنیف

شیخ الاسلام والمسلمین، امام اہلِ سنّت

علامہ **شاہ احمد رضا خان** محدث بریلی علیہ الرحمۃ القوی

ترجمہ، تحقیق وتخریج

محقق اہل سنّت علامہ **ابو محمد اعجاز احمد** القادری الاویسی

پیش کش

پروفیسر **محمد آصف خان** علیمی قادری

ناشر دار المبرور للطباعۃ والنشر والتوزیع
0333-2153112

بتعاون

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی